Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی رسالہ اردو

# ریویو آف ریلیجنز

ہر ماہ انگریزی کی پانچ تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر :- ملک محمد عبد اللہ مولوی فاضل "جامعہ"

| نمبر ۸ | ۱۳۵۴ھ مطابق ۵- اگست ۱۹۳۵ء | جلد ۳۴ |
|---|---|---|

## فہرست مضامین


| مضمون | صفحہ | مصنف |
|---|---|---|
| القول الجزم فی مسئلة الرجم | ۲۶۹ / ۲۷۶ | مولانا "ابن عمر" |
| کتاب التوحید (نمبر ۲) | ۲۷۷ / ۲۸۶ | حضرت سید محمد اسحٰق صاحب |
| فصل الخطاب فی مسئلة الحجاب | ۲۸۷ / ۲۹۳ | مولانا "ابن عمر" |
| حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شاعری پر ایک نظر | ۲۹۴ / ۳۰۰ | مولانا عبد الوہاب صاحب عمر |
| زلزلہ کوئٹہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی سچائی کا نشان ہے | ۳۰۱ / ۳۰۸ | سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفة المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز |

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد

"چونکہ ہماری جماعت کو معلوم ہوگا۔ کہ اصل غرض خدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے۔ جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائیں۔ اُن کو دُور کرکے دنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاوے۔ اور اس غرض مذکورہ بالا کو جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام سے یاد کیا گیا۔ پورا کیا جائے۔ اس لئے اور اپنی اغراض کو پورا کرنیکے لئے رسالہ (ریویو آف ریلیجنز) جاری کیا گیا ہے۔ لیکن اب تک اس رسالہ کے شائع کرنیکے لئے سرمایہ کا انتظام کافی نہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہوگیا۔ تو یہ واقعہ میں اس سلسلہ کے لئے ایک ماتم ہوگا اس لئے میں پورے زور کے ساتھ جماعت کے جوانمردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اس رسالہ کی اعانت کے لئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اُردو انگریزی کے پیدا ہوجائیں۔ تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلیگا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنیوالے بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں۔ تو اس قدر تعداد کچھ بہت نہیں۔ بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔ سوائے جماعت کے سچے مخلصو! خدا تمہارے ساتھ ہو۔ تم اس کام کے لئے ہمت کرو۔ خدا تمہارے دل میں القا کرے۔ کہ یہی وقت ہمت کا ہے۔"

اب خیال فرمائیے۔ کہ جب ان ایام میں جماعت احمدیہ کا فرض ملی تھا کہ ریویو کے لئے کم از کم دس ہزار خریدار بہم پہنچائیں۔ تو اب جبکہ جماعت کے افراد کی تعداد بفضلہ کئی لاکھ ہے۔ کیا ہمارے لئے یہ غور کی بات نہیں کہ ریویو آف ریلیجنز کے خریداروں کی تعداد چند سو ہو۔ اور ایک ہزار بھی نہ ہو۔ پس میں آپ سے باصرار مطالبہ کرتا ہوں۔ کہ نہ صرف خود خریدار بنیں۔ بلکہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں سعی بلیغ فرماکر ایک مہینے کے اندر اندر پانسو مزید خریدار مہیا فرمائیں تاکہ اُردو ریویو آف ریلیجنز کا خرچ طباعت چل سکے۔ ورنہ رسالہ کا جاری رہنا جبکہ اس پر ڈھائی ہزار قرض ہے۔ آیندہ محال ہوجائے گا ٭

(مینجر ریویو آف ریلیجنز اُردو۔ قادیان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

# القول الجزم فی مسئلۃ الرجم

## رجم کی تائید میں تصریحات حدیثیہ پر بعض اوہام

اور

## ان کا ازالہ

(۶)

### تیسری توجیہ

رجم کی تائید میں جو شواہد حدیثیہ پیش ہو چکے ہیں۔ ان کو بے اثر بنانے کے لئے مخالفین کی کوششوں کا تیسرا پہلو یہ ہے۔ کہ کسی طرح انہیں ناقابل اعتنار و التفات ثابت کریں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔ از بسکہ سورہ نور میں زنا کار کی سزا کا بالوضاحت بیان ہو چکا ہے۔ اس لئے ان تصریحات قرآنیہ کے بعد کسی فرد بشر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ زنا کی کسی اور سزا کے بارہ میں احادیث و آثار سے کسی قسم کا استنباط کرے۔ کیونکہ احکام شرعیہ اسلامیہ کے منبع اوّل یعنی قرآن مجید کو چھوڑ کر منبع ثانی یعنی حدیث کی طرف صرف اسی صورت میں رجوع جائز و درست ہو سکتا ہے۔ جبکہ قرآن مجید کسی مسئلہ کے بیان سے بالکل خاموش رہے یا اس کا ایک نہایت مجمل بیان پر اکتفا ہو لیکن معصیت کبریٰ زنا کے جرم کی شدت کے بیان، اس کے نتائج و عواقب سے آگاہ، افراد و اقوام کے اخلاق و بقا پر اس کے تباہ کن اثرات کے اظہار، اور پھر اس جرم عظیم کے ارتکاب کی سزا کے رقم فرمانے میں قرآن مجید نے تفصیل و اطناب لازم کے پہلو کو مدِ نظر رکھا ہے۔ اور ان سب امور پر ایک تفصیلی نظر ڈالی ہے۔ پس قرآن مجید میں اس تفصیل کے ہوتے ہوئے احادیث سے اس جرم کی کسی اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سزا کے بارہ میں کوئی استنباط نہیں ہو سکتا، اس تسلسل میں مخالفین کے دو مطالبے ہیں۔ اوّل یہ کہ قرآن مجید نے سزا کے اس "اہم" پہلو کو کیوں نظر انداز کر دیا جبکہ اس مسئلہ کے دوسرے پہلو با تفصیل مذکور تھے۔ دوسرا مطالبہ کسی ایسے حکم کی مثال کے بارہ میں ہے جسے بالتفصیل و بالوضاحت قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہو۔ لیکن پھر اس کا کوئی بیحد اہم پہلو صرف حدیث و اثر میں بیان کیا جائے۔ جیسا کہ زنا کے بارہ میں قرآن مجید ایک تفصیلی تبصرہ فرماتا ہے۔ لیکن رجم کا استنباط جو سزا کا اہم ترین پہلو ہے۔ صرف احادیث سے ہوتا ہے۔

مسئلہ رجم کے متعلق اس وہم کا تمام تر مدار اس نظریہ پر ہے کہ جس مسئلہ کی پوری تفصیل قرآن مجید میں بیان ہو جائے۔ اس کے کسی بھی پہلو کے متعلق احادیث سے کوئی استنباط نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال تب درست ہو سکتا ہے۔ کہ جب کوئی شخص یہ ثابت کر دے۔ کہ قرآن مجید نے اس حصہ کے تمام پہلوؤں اور کل گوشوں کو بصراحت بیان کر دیا ہے۔ اور اب تفصیل، توضیح اور تشریح کی حتماً کوئی گنجائش نہیں رہی۔ لیکن جب کوئی شخص ایسا ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ اور اس امر کا احاطہ اس کے دائرہ اختیار و اقتدار سے باہر ہے کہ اب قرآن مجید میں اس قدر تفصیل ہو چکی ہے۔ کہ اس بات کی ضرورت نہیں رہی۔ کہ اسلام کے اس حصہ کے متعلق حدیث کی طرف رجوع کیا جائے۔ تو پھر بتلائیے کون دانشمند انسان ایسا اعتراض کر سکتا ہے۔ اور کون عقلمند ایسے اعتراض کو درست تسلیم کریگا۔

بیشک اکثر و بیشتر قرآن مجید کے مجملات کی تشریح و تفصیل کے لئے ہی ہمیں احادیث کے مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور بعض احکام جن کا بالنص قرآن مجید میں ذکر نہیں ہوتا ہمیں احادیث سے اخذ کرنا پڑتے ہیں۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ایسے مسائل میں سے جن کی کسی قدر تفصیل قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اگر کوئی تکمیلی مسئلہ صرف حدیث میں مذکور ہو تو ہم اسے چھوڑ دینگے۔ صرف اس دلیل سے کہ قرآن مجید میں کیونکہ تفصیل ہو چکی ہے اس لئے ان کا بھی وہیں ذکر ہونا چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ شریعت کو احکام قرآنیہ اور مسائل شرعیہ حدیثیہ کی اقسام میں منقسم کرنا منزّل شریعت وجود باری کا کام ہے۔ اور وہی خوب جانتا ہے کہ کون مسئلہ قرآن مجید کے ذریعہ بیان کیا جائے۔ اور کس مسئلہ کا سُنّت کے ذریعہ ظاہر کرنا بہتر ہے۔ بندے کا کام نہیں کہ وہ سوال کرے۔ کہ فلاں مسئلہ کو حدیث ہی میں کیوں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں کیوں موجود نہیں۔ سچ ہے۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یُسْئَلُوْنَ۔ یہ اس کی حکمت ہے۔ کہ اس نے بعض مسائل کا ذکر قرآن مجید میں کر دیا اور بعض کو صرف سُنّت یا حدیث کے ذریعہ ظاہر فرمایا۔ اس پر بھی اگر کوئی مصر ہو اور کسی ایسی مثال کا مطالبہ کرے۔ کہ قرآن مجید میں کسی مسئلہ کا مفصل ذکر ہو اور پھر اس کی کوئی شاخ یا پہلو صرف حدیث و سُنّت سے معلوم ہوتا ہو تو اس کے لئے ایک نہیں بیسیوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر سُنئیے:۔

(۱) قرآن مجید نے نہایت وضاحت سے حلال و حرام کو بیان فرما دیا ہے بلکہ اسمیں تو یہانتک لکھا ہے۔ قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما او لحم خنزیر وما احل لغیر اللہ بہ۔ اور پھر نہ صرف ان چیزوں کا ذکر فرمایا بلکہ ان باریک اور نہاں در نہاں حکمتوں کو بیان کیا ہے جو موجب حرمت ہیں۔ لیکن کیا حرام چیزوں میں سے بعض کا ذکر قرآن مجید نے چھوڑ نہیں دیا۔ کیا ہر درندہ جانور اور پنجہ دار چرند حرام نہیں۔ لیکن کیا قرآن مجید میں اسلامیوں کے لئے اس کی حرمت کا ذکر ہے؟

(۲) کیا قرآن مجید میں کُتّے کی حرمت کا ذکر ہے۔ اگر نہیں۔ اور جیسا کہ نہیں ہے۔ تو کیا ایسے اعتراض کرنے والے معترض قرآن مجید میں اس کی حرمت کو نہ دیکھتے ہوئے اسے نوش جان فرمانے کی زحمت گوارا فرمائینگے؟

(۳) قرآن مجید نے سدھائے ہوئے کُتّے کے شکار کو حلال قرار دیا ہے۔ اور بے سدھائے کُتّے کے شکار کو حرام۔ لیکن کیا جو سدھایا ہوا کُتّا شکار شدہ جانور کا کچھ حصہ کھالے تو کیا اس کا حُکم قرآن مجید میں مذکور ہے؟

مذکورہ بالا مثالوں پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ بہت معمولی اور ضمنی باتیں ہیں کیونکہ ہم تو صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ اگر کسی مسئلہ کے اکثر پہلو بالتفصیل قرآن مجید میں مذکور ہو بھی جائیں۔ تب بھی بعض باتیں شارع بیان کر سکتا ہے۔ اور یہ چیز ان مثالوں سے ثابت ہو جاتی ہے۔

(۴) قرآن مجید نے قتل بغاوت، سرقہ، اور بہتان وغیرہ قابل سزا معاصی کی "حدود" کے مفصل ذکر کے باوجود شارب خمر کی حد بیان نہیں فرمائی۔ [۱]

(۵) قرآن مجید نے طلاق کے مفصل ذکر کے باوصف لونڈی کی طلاق کے متعلقہ احکام

[۱] یہ مثال صرف ان لوگوں کیلئے حجت ہے جو شرب خمر کی شریعت سے کوئی حد تجویز کرتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چھوڑ دیئے۔ اگر کہا جائے کہ لونڈی کی طلاق کے احکام کا اس حقیقت کے پیش نظر نہایت آسانی سے قیاس ہو سکتا تھا۔ کہ اساسی طور پر محصنہ سے اس کے حقوق نصف ہیں۔ تو پھر اس قیاس کا اطلاق تو از تکاب زنا کی صورت میں اس کی سزا پر بھی ہو سکتا تھا۔ پھر علیھن نصف ما علے المحصنات کے فرمانے کی کیا ضرورت تھی

قرآن مجید نے اسلوب وارکان نماز بیان نہیں کیئے۔ جبکہ وضو اور تیمم کا طریق ان کے مواقع کا مفصّل ذکر اس میں موجود ہے۔ حالانکہ اصل اور مقصود بالذات نماز ہے۔ اور وضو و تیمم وغیرہ تو اس کے لئے بطور تمہید اور تیاری کے ہیں۔

اس مثال میں ان لوگوں کے شبہ کا بھی ازالہ ہے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ قرآن مجید میں ضمنی اور خفیف پہلوؤں کے ذکر کرنے بعد "مرکزی اور معیاری حصہ حذف نہیں ہونا چاہیئے ورنہ قرآن مجید کی شان تبیان مجروح ہو جائیگی۔ اور کلام غیر منضبط اور غیر مرتب ہو جائیگا" کیونکہ اس مثال میں دیکھ لو ارکان نماز جو مقصود بالذات کا وسیلہ اہم ہیں۔ ان کی ادائیگی کے اسلوب اور تعداد رکعات کو تو چھوڑ دیا گیا۔ لیکن وضو اور تیمم جو ضمنی چیزیں ہیں اور نماز کے لئے بطور مقدمہ ہیں ان کے طریق کو بوضاحت بیان کر دیا گیا۔

غرض یہ طریق ہی غلط ہے۔ کہ مسائل شرعیہ کے متعلق کوئی ایسی روش اختیار کی جائے جس کے ماتحت ہم کہ سکیں۔ "از بسکہ فلاں حکم بیحد اہم ہے۔ اور قرآن مجید میں مذکور نہیں جبکہ اس سے متعلقہ بلکہ اس سے ضمنی اور اس سے خفیف تر حکم قرآن مجید میں بیان کیئے گئے ہیں اس لئے ہم اس اہم حکم کو نہیں مانتے۔ کیونکہ "اگر وہ حکم ہمارے لئے واجبیت کا درجہ رکھتا تو قرآن مجید اس کے متعلقہ احکام کے ضمن میں سب سے پہلے اسے بیان کرتا۔ کیونکہ اس کی تجویز کی صورت میں وہ بحث کا اہم اور ضروری حصہ بنکر ادنیٰ بالذکر ہوتا تھا جس کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا"۔

ایسے ہی اصولوں کے مقلدین کو میں کہتا ہوں۔ کہ اپنے اس قانون کو ذرا نماز کے مسئلہ پہ چسپاں کر کے غور کرو۔ یہ تمھیں کہاں پہنچاتا ہے۔ سنو! نماز کا رائج الوقت خاص طریق سے رکعات کی مقررہ تعداد کے ساتھ ادا کرنا ضروری اور بیحد اہم ہے۔ لیکن قرآن مجید میں نہ یہ طریق مذکور ہے۔ اور نہ ہی رکعات کی تعداد متعین کی گئی ہے۔ جبکہ ان سے متعلقہ اور ان سے ضمنی اور خفیف تر مسئلہ وضوء اور تیمم کا طریق قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے اس لئے ہم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نماز کو اس طریق پر ادا کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اگر اس طریق سے اور رکعات کی اس تعداد کے ساتھ نماز ادا کرنا ہمارے لئے واجبیت کا درجہ رکھتا۔ تو قرآن مجید نماز کے متعلقہ احکام کے تسلسل میں سب سے پہلے اسے بیان کرتا۔ کیونکہ "اس کی تجویز کی صورت میں نماز کا یہ طریق بحث کا اہم اور ضروری حصہ بنکر اولیٰ بالذکر ٹھیرتا تھا۔ جسے کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا"۔ یہ ہے وہ انجام اور نتیجہ جسے ایسے اصول کے معتقدین کو تسلیم کرلینا پڑیگا۔

مجھے ڈر ہے۔ کہ بعض غیر علمی استدلال کرنے والے۔ لیکن اسے علمیت کا رنگ دینے کے عادی افراد اس مثال پر قیاس مع الفارق کی حجت نہ کھڑی کردیں۔ اور عالمانہ انداز میں یہ فرمانے لگیں "صاحب مسئلۃ الرجم اور رکعات وارکان صلوٰۃ کی بحث کے مابین کیا تعلق۔ اور کیا لگاؤ۔ یہ آپ مع الفارق قیاس کیوں کیئے جا رہے ہیں"۔ لیکن اس کے متعلق میں پھر عرض کروں۔ کہ یہ وہی غلط اور غیر درست استدلال کو صحیح اور درست ثابت کرنیکی ناکام اور غیر مشکور کوشش ہے۔ دیکھئے سزائے رجم کے منکرین نے اپنی تائید میں یہ استدلال پیش کیا۔ کہ "قرآن مجید نے زنا کے متعلقہ احکام کے ساتھ اس کے ضمنی امور کی جزئیات بھی بیان کردیں۔ اور دیگر معاصی سے بھی زیادہ بسط کے ساتھ اسے بیان کیا۔ اور اس کے تمام ضروری پہلوؤں کی تفصیل کی۔ لیکن رجم کی طرف اشارہ بھی نہیں فرمایا۔ اور یہ اہمال اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ شریعت اسلامیہ ہرگز اس سزا کی مجوز نہیں"۔ میں کہتا ہوں۔ یہ دلیل تبھی متحقق اور درست ہوسکتی ہے کہ ہم اسے عام قاعدہ بنادیں۔ اور کہدیں۔ کہ جب بھی کسی حکم کی تفصیل قرآن مجید میں ہوگی۔ اور اس سے متعلقہ کوئی مسئلہ صرف حدیث سے مستنبط ہوگا تو ہم حدیث کے حکم کو تسلیم نہیں کرینگے۔ کیونکہ جب قرآن مجید نے اس مسئلہ کی تفصیل بیان کردی ہے۔ تو اگر یہ حکم بھی مشروع تھا۔ تو اس کا قرآن مجید میں مذکور ہونا ازبس ضروری ہے۔ لیکن جب وہ بیان نہیں ہوا۔ اس لئے اس کے غیر مشروع ہونیکی یہ دلیل ہے۔ یہ ایک اصول ہے۔ جو اس قاعدہ سے حتمی طور پر مستنبط ہوتا ہے۔ جس سے منکرین رجم نے رجم کے ابطال میں استنباط کیا ہے۔ اب ذرا اس "قانون فقہی" کو نماز کی رکعات اور اس کے اسلوب کے بارہ میں استعمال کرو۔ تو یہی نتیجہ پیدا ہوگا کہ موجودہ شکل اور تعداد رکعات میں نماز ہم پر فرض نہیں۔ کیونکہ یہ قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ لیکن یہ نتیجہ منکرین رجم کو بھی تسلیم نہیں۔ جب یہ نتیجہ درست نہیں تو ضرور ہے کہ وہ اصول اور قانون غلط ہو جسے استعمال میں لاتے ہوئے ہم نے اسے حاصل کیا تھا۔ کیونکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو کسوٹی پیتل کو سونا ظاہر کرے تو یقیناً یا وہ کسوٹی غلط ہے یا پیتل فی الحقیقت پیتل نہیں بلکہ سونا ہے۔

پس جب وہ اصول غلط ٹھیر گیا۔ تو رجم کے خلاف زیر بحث دلیل بھی قائم نہ رہی۔ اب کہیئے۔ قیاس مع الفارق کی حُجّت کیونکر درست ہو سکتی ہے۔

غرض حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ اصول ہی غلط ہے۔ کہ جن احکام کی کسی قدر تفصیل قرآن مجید میں بیان ہو جائے۔ ان سے متعلقہ کسی اہم حکم کو حدیث سے اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ نماز کی موجودہ شکل اس کے ارکان اور رکعات کی تعداد کو چھوڑنا پڑیگا۔ اور بعض ان حرام چیزوں کو حلال قرار دینا ہوگا۔ جن کو صرف سُنّت اور حدیث نے حرام کیا۔ کیونکہ جیسا بیان ہو چکا۔ یہ چیزیں ایسی ہیں۔ جو اپنے متعلقہ مسائل میں اہمیّت اور مرکزیت کا درجہ رکھتی ہیں۔ لیکن جنہیں قرآن مجید نے ان کے متعلقہ مسائل کی تفصیل کے بیان کرنے بلکہ ان سے کم اہم امور کے ذکر کے باوصف حذف کیا ہے۔ لیکن مَیں سمجھتا ہوں۔ کوئی دیندار ایسا کرنیکی جرأت نہیں کریگا۔ اور باوجود یہ سمجھنے کے جو قرآن مجید نے ان کا ذکر نہیں کیا۔ پھر بھی صرف سُنّت کی قائم کردہ بات پر ایمان لے آئیگا۔ پھر منکرین رجم کو اپنے دعوٰی پر کیوں اصرار ہے۔ اور صرف اس دلیل سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض باریک حکمتوں کے ماتحت اپنی متلو وحی میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ وحی خفی اور سُنّت نبویہؐ کو چھوڑنے پر کیوں مصر ہیں۔ سُنو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ فِیْۤ اَمْرِهِمْ۔

اس بیان کو ختم کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ مخالفین کی اس خلش کو دُور کرنیکا بھی کچھ سامان کیا جائے۔ جو سزائے رجم کی اہمیّت اور "مرکزیت" کے متعلق انہیں ہے۔ اور جسکے پیش نظر ان کا خیال ہے۔ کہ اچھا اگر منزل وحی نے جُرم زنا کی سزا کے کچھ پہلو سُنّت ہی کے ذریعہ ظاہر کرنا تھے۔ تو کچھ کم اہم سزائیں ہی اس کے ذریعہ ظاہر فرمائی ہوتیں کم از کم اس اہم اور "معیاری" سزا کا ذکر تو ضرور ہی قرآن مجید میں ہونا چاہیئے تھا۔ اس کے متعلق اوّل تو جیسا بیان ہو چکا حقیقت یہی ہے۔ کہ وحی متلو اور وحی غیر متلو کی اقسام میں شریعت کو منقسم کرنا یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ اور ہم انسانوں کو اس خصوص میں دم مارنے کا اختیار نہیں۔ پھر یہ کہ مسئلہ رجم کی "مرکزیت"، اہمیت اور "معیاریت" کو بھی تو "ایجاد بندہ" ہی کی حیثیت حاصل ہے کیں شریعت نے تو اس کی "مرکزیّت" اور اہمیّت کو قائم نہیں فرمایا۔ پھر اسقدر اصرار کس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اساس پر ہے۔ جس طرح مخالفین نے جرم زنا میں سزائے رجم کی شدت سے لرزہ بر اندام ہوتے ہوئے۔ اسے مسئلہ کا اہم ترین حصہ قرار دیدیا۔ اسی طرح کسی دوسرے کو یقیناً حق پہنچتا ہے۔ کہ اس جرم کی کسی دوسری سزا کے بیان کو تقدیم کا درجہ دیدے۔ کیونکہ کسی چیز کا اہم اور غیر اہم ہونا ایک نسبتی ہے۔ اور ہر چیز کی اہمیت اس کی کسی خاص حیثیت کو مدنظر رکھ کر ہوتی ہے۔ بالکل ممکن ہے کہ کوئی چیز جو ایک لحاظ سے بیحد اہم ہے۔ کسی دوسرے لحاظ سے بالکل ناقابل اعتناء ہی ٹھیر جائے۔ اس طرح یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ایک چیز کسی لحاظ سے دوسری چیز سے افضل ہو۔ لیکن دوسری چیز بعض اور حیثیتوں سے پہلی سے بھی بڑھ جائے۔ غرض افضلیت اور اہمیت کا معیار حیثیتوں اور نکتہائے نگاہ کے اختلاف سے مختلف ہوجایا کرتا ہے۔ بالکل اسی نوعیت میں مسئلہ زیر بحث بھی ہے۔ بیشک سزا کی شدت و خفت کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ رجم کی سزا زیادہ ہولناک اور زیادہ اہم ہے۔ لیکن کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ اگر اس گناہ کے ارتکاب کو مدنظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ غیر محصنین میں اس کا احتمال بہ نسبت محصنین کے زیادہ ہے۔ پس اس پہلو سے غیر محصن کی سزا کا ذکر بہ نسبت محصن کی سزا کے ذکر کے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ازیں قرآن مجید میں ذکر کی وجہ تقدیم سزا کی شدت و خفت کی بجائے وقوعہ کی قلت و کثرت ہے۔

قرآن مجید میں رجم ایسی سزا کا اہمال کیوں کیا گیا؟ اس سوال کے جواب میں ایک اور پہلو بیان کرنے کے لئے مجھے چند ابتدائی امور کو بیان کر لینے دیجئے۔

قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ امر مخفی نہیں ہوگا۔ کہ اس میں جرائم ان کے اسباب و علل، جرائم کی حدود ان کے موانع و لواحق کے بیان کے پہلو بہ پہلو ان کے ذکر و حذف کی صورت میں اسکے اسالیب بیان کے اختیار کرنے میں نفسیات کے تمام پہلوؤں کے اعلیٰ ترین معیار پیش نظر رکھے گئے ہیں۔ اس میں جہاں قابل ذکر باتوں کو جن کا کھلے الفاظ میں بیان حیا و نسوانی اور ذوق انسانی پر گراں تھا۔ استعارہ اور کنایہ کے لطیف پردہ میں پیش کیا ہے۔ وہاں بعض ناقابل ذکر اور ایسی باتوں کا قطعی اہمال بھی کر دیا ہے۔ جن کا تصور پیدا کرنا بھی خدا کو منظور نہ تھا۔ مثلاً ایک مسلمان اگر دوسرے مسلمان بھائی کو بلا عمد قتل کر دے۔ تو اس کی سزا میں قاتل کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ایک مومن غلام آزاد کرے۔ لیکن قتل عمد کی صورت میں من قتل مومناً متعمداً فجزائہٗ جھنّم کہکر آگے اس دنیا میں اس کی سزا کا اہمال کر دیا۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ اس صورت پہلو اور تصور کا ہی استیصال کرنا چاہتا ہے۔ کہ ایک مومن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کسی دوسرے مومن بھائی کو عمداً بھی قتل کر سکتا ہے۔ پس کیونکہ اس جرم کے تصور کو ہی محو کرنا مقصود تھا۔ اس لئے اس جرم کی سزا کا بھی اہمال کر دیا۔ اسی طرح احصان کے بعد ارتکاب زنا کا تخیل غیر احصان کی حالت سے بہت زیادہ گھناؤنا اور قابل نفرت تھا اس لئے اس کے ذکر کو ہی حذف کر دیا۔ تا اس بعید بُرے انداز خیال کو اس کی دنائیت کے باعث خارج از سوال کر دیا جائے۔

پھر اگر مسئلہ رجم کی مرکزیت اور اہمیت کو تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو میں کہوں گا۔ کہ اس "اہم" مسئلہ کو وحی متلو سے حذف کرتے ہوئے وحی غیر متلو میں اس لئے بیان کیا گیا ہے۔ تا وحی غیر متلو کی "اہمیت" کو قائم کیا جائے۔ غرض یہ اور ایسی ہی بہت سی حکمتیں اس امر میں مرکوز ہو سکتی ہیں۔ کہ اس "اہم" سزا کا قرآن مجید میں کیوں ذکر نہیں کیا گیا۔ اور صرف حدیث ہی میں کیوں بیان ہوا ہے۔

قرآن مجید میں اس مسئلہ کے عدم ذکر سے اس کی فرضیت کے عدم کا استدلال کرنا کچھ حیرت زا بات نہیں۔ بلکہ ایک عملی اور بدیہی ثبوت ہے۔ رجم کی تائید میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کا جس میں آپؓ فرماتے ہیں:۔

اخشی ان طال بالناس زمان ان یقول قائل مانجد اٰیۃ
الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضۃ انزلھا اللہ باقی باقی

## خریداران ریویو اردو کو ضروری اطلاع

جن خریداروں نے ابھی تک ۱۹۳۵ء کا چندہ اور بقایا ادا نہیں کیا وہ مہربانی فرما کر اپنا چندہ اور بقایا فوراً ادا کر کے ممنون فرمائیں۔ یہ رسالہ جیسا کہ احباب کو معلوم ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش اور مقصد کو پورا کرنے والا ہے۔ اور حضورؑ کا اس کے متعلق ارشاد ہے۔ کہ "اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی جماعت سے بند ہو گیا تو یہ واقعہ میں اس سلسلہ کیلئے ایک ماتم ہوگا"۔ پس احباب ان الفاظ پر غور کرتے ہوئے نہ صرف اپنا چندہ اور بقایا ہی ادا کریں۔ بلکہ رسالہ کی مزید اشاعت میں بھی پوری جدوجہد کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقصد کو پورا کرنے والے بنیں۔

(مینیجر ریویو اردو)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# الجوابُ التّاسِع

بسلسلہ ... دیکھو زیر عنوان

متعلقہ الجواب ... گزشتہ پرچہ ریویو

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ پادری صاحب کو ایک اصولی غلطی لگی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ واحد کے لئے کثیر ہونے۔ اور کثیر کے لئے واحد ہونے کے قائل ہیں۔ اور وہ غلطی یہ ہے۔ کہ پادری صاحب مفہوم وحدت اور مصداق وحدت کو ایک سمجھتے ہیں۔ اسی طرح مفہوم کثرت اور مصداق کثرت کو ایک خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ مفہوم اور مصداق میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس لئے کہ مفہوم وحدت وہ مفہوم ہے۔ جو لفظ وحدت سُنکر سُننے والے کے تصوّر اور خیال میں آتا ہے۔ مگر مصداق وحدت وہ خارجی وجود ہے جو وحدت کا مصداق یعنی موصوف بوحدت ہے۔ اور جسے واحد کہتے ہیں۔ اسی طرح کثرت کا مفہوم تو وہ امر معنوی ہے۔ جو لفظ کثرت سُنکر سامع کے دماغ میں پیدا ہوتا ہے مگر مصداق کثرت اس مفہوم کا نام نہیں۔ بلکہ مصداق کثرت سے مراد وہ متعدد وجود ہیں جو خارج میں پائے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ تو صحیح ہے۔ کہ مفہوم وحدت کے تصوّر میں آنے کے لئے کثرت کا مفہوم تصوّر میں آنا ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک کوئی شخص کثرت کے مفہوم کو نہ جانتا ہوگا۔ اُس کے متقابل یعنی وحدت کے مفہوم کا کس طرح تصوّر کرسکتا ہے۔ اسی طرح کثرت کے مفہوم کے ذہن نشین کرنے کے لئے وحدت کا مفہوم ذہن نشین ہونا لازمی ہے۔ مگر چونکہ مفہوم اور مصداق میں فرق ہوتا ہے۔ اس لئے مصداقِ وحدت کیلئے ضروری نہیں کہ وہ کثرت کا بھی مصداق ہو۔ نیز مصداق کثرت کے لئے یہ لازمی نہیں کہ وہ واحد بھی ہو۔ خلاصہ اس جواب کا یہ ہے۔ کہ مفہوم اور چیز ہے۔ اور مصداق اور چیز ہے۔ اس لئے وحدت کے مفہوم سمجھنے کے لئے تو کثرت کا مفہوم سمجھنا ضروری ہے۔ مگر مصداق وحدت کے لئے کثرت کا مصداق ہونا ضروری نہیں۔ اور خدا تعالیٰ مفہوم وحدت نہیں۔ بلکہ مصداق وحدت ہے۔ اس لئے اُس کا کثیر ہونا کیوں ضروری سمجھا جائے؟

# الجوابُ العاشِر

جواب ۹ میں ہم یہ لکھ آئے ہیں۔ کہ وحدت کے مفہوم اور وحدت کے مصداق میں نہایت واضح فرق ہے۔ اس لئے جو امر وحدت کے مفہوم کے لئے ضروری ہو لازمی نہیں کہ وہی وحدت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے مصداق کے لئے بھی ضروری ہو۔ مگر اس دسویں جواب میں ہم ایک قدم اور آگے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ وحدت کے مفہوم کے لئے وحدت کا مصداق ہونا نہ صرف لازمی نہیں۔ بلکہ اس کے بر عکس ضروری ہے۔ کہ وحدت کے مفہوم اور کثرت کے مفہوم میں جو رشتہ اور تعلق اور نسبت ہو وحدت کے مصداق اور کثرت کے مصداق میں اُسی رشتہ کا عکس اور نقیض اور اُس کی ضد ہو یعنی اگر وحدت اور کثرت کے مفہوم آپسمیں لازم و ملزوم ہیں۔ تو ضروری ہے۔ کہ وحدت کے مصداق اور کثرت کے مصداق آپسمیں ضدین ہوں۔ اور ایک جگہ جمع نہ ہو سکیں۔ اس اجمال کو ذرا تفصیل سے ہم بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ پادری صاحب کی دلیل اوّل کے تمام جوابوں میں یہی حقیقی جواب ہے۔ تفصیل یوں ہے۔ کہ پادری صاحب نے غور نہیں کیا۔ کہ تمام وہ امور جن میں تقابل ہوتا ہے۔ مثلاً وحدت و کثرت فوقیت و تحتیت آگے پیچھے دائیں بائیں ہونا وغیرہ وغیرہ ان کے لئے ضروری ہے۔ کہ ان میں سے ایک کا مفہوم نہ سمجھا جائے۔ جب تک کہ دوسرے کا مفہوم سمجھ میں نہ آجائے۔ مثلاً اوپر ہونا بغیر نیچے ہونے کے مفہوم کے اور دائیں ہونا بغیر بائیں کے مفہوم کے سمجھ میں نہیں آسکتا اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ کوئی شخص اوپر کا مفہوم بغیر نیچے کے مفہوم کے سمجھ جائے۔ کیونکہ فوقیت کی تعریف میں تحتیت اور دائیں کے تصوّر میں بائیں کا تصوّر لازم ہے۔ پس کلیہ قاعدہ یہ ہوا۔ کہ جو امور نسبتی اور متقابل ہوں۔ ان میں سے ہر ایک کے مفہوم کو دوسرے کا مفہوم لازم و ملزوم ہے۔ چنانچہ پادری صاحب نے بھی وحدت اور کثرت کے لازم و ملزوم ہونے کے لئے فوقیت اور تحتیت کی مثال دیکر اس اصول کو تسلیم کر لیا ہے پس یہ اصول تو پادری صاحب کا بالکل درست اور صحیح ہے۔ مگر جو نتیجہ اس سے انہوں نے نکالا ہے۔ وہ غلط ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ وحدت اور کثرت کے مفہوم چونکہ آپسمیں لازم و ملزوم ہیں۔ اس لئے وحدت اور کثرت کے مصداقوں میں بھی یہی نسبت یعنی تلازم ہو گا یعنی جو واحد ہوگا وہ کثیر بھی ہو گا۔ یہ نتیجہ صحیح نہیں۔ کیونکہ انہوں نے نسبتی اور متقابل امور کی ملازمت کا ایک قاعدہ بیان کیا ہے۔ دوسرا قاعدہ شاید انہیں معلوم نہیں۔ اس لئے وہ بیان نہ کر سکے سو جاننا چاہیئے۔ کہ دوسرا قاعدہ یہ ہے۔ کہ جن دو نسبتی امور کے مفہوموں میں تلازم ہوتا ہے اُنہیں دو نسبتی امور کے مصداقوں میں تناقض بھی ہوتا ہے۔ مثلاً موت وحیات کے مفہوموں میں تلازم ہے۔ یعنی موت کا مفہوم بغیر حیات کے مفہوم کے انسان کے تصوّر میں نہیں آسکتا بلکہ نہایت ضروری اور پوری طرح لازمی ہے۔ کہ حیات کا مفہوم وہی شخص سمجھ سکتا ہے۔ جو موت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے مفہوم کو سمجھتا ہے۔ اور موت کے معنے اور مفہوم کو وہی سمجھتا ہے۔ جو زندگی کا مفہوم سمجھتا ہے۔ کیونکہ یہ دونو نسبتی امور ہیں۔ مگر جس طرح اِن کے مفہوموں میں تلازم ہے۔ اسی طرح اِن کے مصداقوں میں بجائے تلازم کے اس کا اُلٹ یعنی تناقض ہے۔ یعنی جو حیات کا مصداق اور زندہ ہے وہ ہرگز موت کا مصداق اور مُردہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ جو زندہ ہو۔ اُس میں کسی قسم کی موت بھی ہو۔ اور جو مُردہ ہو۔ اُس میں کسی قسم کی زندگی بھی ہو۔ بلکہ لازمی ہے کہ جو مُردہ ہو۔ وہ زندہ نہ ہو۔ اور جو زندہ ہو۔ وہ مُردہ نہ ہو۔ حالانکہ زندگی بغیر موت کے مفہوم کے اور موت بغیر زندگی کے مفہوم کے کبھی تصوّر میں نہیں آسکتی۔ اور دونو کے مفہوم میں تلازم ہے۔ مگر مصداقوں میں بجائے تلازم کے تناقض ہے۔ کہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ ایک اور مثال لیجئے:۔

وجود اور عدم دونو نسبتی امر ہیں۔ اور دونو کے مفہوموں میں تلازم ہے۔ کیونکہ کبھی وجود کا مفہوم بغیر عدم کے مفہوم کے اور عدم کا تصوّر بغیر وجود کے تصوّر کے انسانی دماغ میں نہیں آسکتا پس یہ دونو مفہوم ملازمت رکھتے ہیں۔ مگر ان کے مصداقوں کو دیکھو تو بُعد المشرقین والمغربین سے زیادہ دُوری رکھتے ہیں۔ کیونکہ جو موجود ہے۔ وہ معدوم نہیں۔ اور جو معدوم ہے وہ موجود نہیں۔ پھر اور سُنئیے:۔

قدامت کے مفہوم کے لئے حدوث کا مفہوم اور حدوث کے لئے قدامت کا مفہوم لازم و ملزوم ہے۔ مگر قدامت اور حدوث کے مصداقوں میں مشرق و مغرب کا فرق ہے۔ یعنی جو قدیم ہے وہ حادث نہیں۔ اور جو حادث ہے۔ اس میں قدامت نہیں۔ ان تین مثالوں سے صاف اور بین طور پر ناظرین یہ اصول سمجھ گئے ہونگے۔ کہ نسبتی اور متقابل امور کے لئے دو الگ الگ مستقل قاعدے ہیں۔ ایک یہ کہ اُن کے مفہوم تصوّر میں آنے اور سمجھے جانے کے لحاظ سے لازم و ملزوم ہوتے ہیں۔ اور دوسرا قاعدہ یہ ہے۔ کہ ایسے مفہوم پائے جانے اور خارج میں موجود ہونے کے لحاظ سے آپس میں متناقض ہوتے ہیں۔ مگر پادری صاحب نے دوسرا قاعدہ نہ سمجھتے ہوئے۔ صرف پہلے قاعدہ سے ایک غلط نتیجہ نکال لیا۔ اور اپنی دلیل اوّل میں لکھدیا کہ چونکہ وحدت اور کثرت کے مفہوموں میں تلازم ہے۔ اس لئے وحدت کے مصداق میں بھی کثرت ہوگی۔ حالانکہ وہ سمجھے نہیں۔ کہ جن دو نسبتی امور کے مفہوموں میں تلازم ہُوا کرتا ہے اُن کے مصداقوں میں بجائے تلازم کے تناقض ہُوا کرتا ہے۔ اس لئے گو وحدت اور کثرت کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مفہوموں میں تلازم ہے۔ مگر اُن کے مصداقوں میں تناقص ہونا چاہیئے۔ اس لئے جو واحد ہے وہ کثیر نہیں۔ اور جو کثیر ہے وہ واحد نہیں جیسا کہ قدامت اور حدوث کے مفہوموں میں تلازم ہے۔ مگر جو قدیم ہے۔ وہ حادث نہیں۔ اور جو حادث ہے۔ وہ قدیم نہیں۔ اسی طرح موت اور حیات کے مفہوموں میں تلازم ہے۔ مگر جو زندہ ہے۔ وہ مُردہ نہیں۔ اور جو مُردہ ہے۔ وہ زندہ نہیں۔ نیز قوّت اور ضعف کے مفہوموں میں تلازم ہے۔ مگر جو قوی ہے۔ وہ ضعیف نہیں۔ اور جو ضعیف ہے۔ وہ قوی نہیں۔ پس پادری صاحب کی پہلی دلیل کا حقیقی جواب یہ ہے۔ کہ پادری صاحب نے قاعدہ تو ٹھیک بیان کیا ہے۔ کہ وحدت اور کثرت کے مفہوم میں تلازم ہے۔ مگر نتیجہ غلط نکالا ہے کہ جو وحدت کا مصداق ہے۔ اُس میں کثرت بھی ہے۔ کیونکہ پادری صاحب کے صحیح قاعدے کا صحیح نتیجہ یہ ہے۔ کہ چونکہ وحدت اور کثرت کے مفہوموں میں تلازم ہے۔ اور جن دو مفہوموں میں تلازم ہُوا کرتا ہے۔ اُن کے مصداقوں میں تناقص ہوتا ہے۔ اس لئے جو واحد ہے وہ کثیر نہیں اور جو کثیر ہے۔ وہ واحد نہیں۔ یہ ہے اصل اور صحیح قاعدہ۔ اور یہ ہے منطقی درست نتیجہ۔ پس بجائے اس کے کہ پادری صاحب ایک صحیح دلیل کا صحیح نتیجہ نکالتے انہوں نے ایک صحیح دلیل کا غلط نتیجہ نکال کر توحید میں کثرت اور کثرت میں توحید ثابت کرنی چاہی ہے۔ حالانکہ نتیجہ ان لفظوں میں نکلنا چاہیئے تھا۔ کہ چونکہ وحدت اور کثرت کے مفہوموں میں تلازم ہے۔ اور جن دو مفہوموں میں تلازم ہُوا کرتا ہے۔ اُن کے مصداقوں میں تناقص پایا جاتا ہے۔ اس لئے جہاں وحدت ہوگی۔ وہاں کثرت نہ ہوگی اور جہاں کثرت ہوگی۔ وہاں وحدت نہ ہوگی۔ اور چونکہ ذات باری میں وحدت ہے۔ اور تمام الہامی کتابیں اُسے واحد قرار دیتی ہیں۔ اور جہاں وحدت ہو۔ وہاں کثرت نہیں ہُوا کرتی۔ اس لئے ذات باری کثرت سے اور وہ یکتا ذات دُوئی سے اور وہ احد وجود اشتراک سے پاک اور منزّہ ہے۔ یہ ہے اصل اور صحیح نتیجہ۔ اور یہی ہے۔ جس پر قرآن اور انجیل متفق ہیں۔ پس پادری صاحب کی پہلی دلیل کا حقیقی جواب یہ ہے۔ کہ جن دو مفہوموں میں تلازم ہُوا کرتا ہے اُن کے مصداقوں میں تلازم نہیں ہُوا کرتا۔ بلکہ بجائے تلازم کے تناقص ہوتا ہے۔ اور وہ ایک جگہ جمع نہیں ہُوا کرتے۔ جیسا کہ فوقیت اور تحتیت میں تلازم ہے۔ مگر ان کے مصداقوں میں تلازم نہیں۔ بلکہ تناقض ہے۔ کیونکہ جو اوپر ہو وہ نیچے نہیں ہوتا۔ اور جب تک کوئی نیچے ہو۔ اُسے اوپر نہیں کر سکتے۔ اسی طرح وحدت اور کثرت کے مفہوموں کا حال ہے۔ کہ یہ آپس میں لازم ملزوم ہیں مگر ان کے مصداقوں میں تناقض ہے یعنی جو واحد ہے اس میں کثرت نہیں ہوتی اور جس میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کثرت ہو۔ وہ وحدت سے خالی ہوتا ہے۔ اور چونکہ ذات باری میں وحدت ہے۔ جیساکہ مسیحؑ خود فرماتے ہے:۔

"یسوع نے اُسے جواب دیا۔ کہ سب حکموں میں اوّل یہ ہے۔ کہ اے اسرائیل سُن۔ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خدا ہے۔" (مرقس ۱۲/۲۹)

اس لئے وہ کثرت سے خالی ہے۔ اور یہی ثابت کرنا ہمارا مدعا تھا۔ جو خود پادری صاحب کے پیش کردہ اصول سے ثابت ہوگیا۔ " فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰے ذٰلِكَ "

# الجواب الحادی عشر

پادری صاحب کا یہ دعویٰ کہ اگر ذات باری میں وحدت ہے۔ تو کثرت بھی ہوگی۔ خود پادری صاحب کے اپنے الفاظ سے رد کرتا ہوں۔ اور اس کا طریق یہ ہے کہ پادری صاحب نے وحدت اور کثرت کی جو تعریف کی ہے اُسے دیکھو پھر خود بخود معلوم ہوجائیگا۔ کہ جو واحد ہے۔ وہ کثیر نہیں اور جو کثیر ہے۔ اُس کا واحد ہونا ناممکن ہے۔ چنانچہ پادری صاحب فرماتے ہیں:۔

" واحد سے زیادہ کا نام کثیر اور کثیر سے کم کا نام واحد ہے۔" صفحہ ۴

اب تعریف کے الفاظ کو اچھی طرح سامنے رکھو۔ پھر دیکھو کیا وحدت اور کثرت ایک وجود میں جمع ہوسکتی ہیں؟ مَیں کہتا ہوں۔ کہ اگر ذات باری واحد ہے۔ تو چونکہ واحد کے معنے کثیر سے کم کے ہیں۔ اس لئے وہ ہرگز کثیر نہ ہوگی۔ کیونکہ جب تک وہ واحد ہے۔ لازماً کثیر سے کم ہوگی۔ اور جب کثیر سے کم ہوئی۔ تو کثیر نہ ہوئی۔ پس وحدت جب تک کسی فرد میں موجود ہو اس کا مفہوم کثرت کو دھکے دیتا ہے۔ لیکن اگر زبردستی کرکے اس میں کثرت لے آؤ گے۔ تو وحدت اُڑ جائیگی۔ کیونکہ کثیر کے معنے ہیں)۔ واحد سے زیادہ ہونا۔ پس جب وہ جو پہلے واحد تھا۔ اب کثیر ہؤا۔ تو اس میں وحدت نہ رہی۔ کیونکہ کثرت کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ وحدت نہ ہو۔ بلکہ اس سے زیادہ ہو۔ جیسا کہ پادری صاحب صاف فرماتے ہیں:۔

" واحد سے زیادہ کا نام کثیر ہے۔" صفحہ ۴

پس جب کسی چیز میں کثرت آگئی۔ تو وحدت نہ رہی۔ کیونکہ کثرت کا مفہوم ہی یہ ہے۔ کہ وہ وحدت نہ ہو بلکہ وحدت سے زیادہ ہو۔ تو جب وحدت نہ رہی۔ بلکہ زیادت آگئی۔ تو اُس میں وحدت کیسی؟ غرض جو تعریف پادری صاحب نے کثیر اور واحد کی فرمائی ہے۔ اور جو واقعہ میں صحیح

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تعریف ہے۔ اس کی رُو سے جب تک وحدت ہوگی تو کثرت نہ ہوگی۔ اور جب کثرت ہوگی۔ تو وحدت نہ رہیگی۔ تو وہ کونسا زمانہ آئیگا۔ کہ وحدت بھی ہو۔ اور کثرت بھی ہو؟ پس یہ بات ہی غلط ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی ذات میں وحدت بھی ہے۔ اور کثرت بھی۔ کیونکہ جب وحدت کے معنے ہیں۔ جو کثیر نہ ہو۔ بلکہ کثیر سے کم ہو۔ تو اگر ذات باری واحد ہے۔ تو لازماً وہ کثیر نہ ہوگی۔ بلکہ کثیر سے کم ہوگی۔ اس لئے جب اُسے واحد تسلیم کروگے۔ تو لازماً اسے کثیر نہ سمجھوگے۔ کیونکہ واحد وہی ہے جو کثیر نہ ہو۔ بلکہ کثیر سے کم ہو۔ لیکن اگر ذات باری میں کثرت ہے۔ اور تم اسے کثیر سمجھتے ہو۔ تو پھر اُسے واحد نہ مانو۔ کیونکہ کثیر کے معنے ہیں۔ جو واحد نہ ہو۔ بلکہ واحد سے زیادہ ہو۔ غرض جو واحد ہوتا ہے۔ وہ کثیر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ واحد کے معنے ہیں۔ کثیر نہ ہونا۔ بلکہ کثیر سے کم ہونا۔ اور اسی طرح جو وجود کثیر ہوتا ہے۔ وہ واحد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ کثیر کے معنے ہیں۔ واحد نہ ہونا۔ بلکہ واحد سے زیادہ ہونا۔ اس لئے بالکل ناممکن ہے۔ کہ نماواحد یعنی کثیر سے کم ہو۔ اور پھر کثیر بھی ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ منطق اور عقل کی رُو سے واحد اور کثیر اور وحدت اور کثرت آپسمیں کسی جگہ جمع نہیں ہوسکتے اور جب یہ دو نو مفہوم ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔ تو ذات باری تعالیٰ میں یہ دونو باتیں کسطرح اکٹھی ہوسکتی ہیں۔ تعالی اللہ عما یصفون۔

اب لازماً عیسائیوں کو ایک ہی صورت اختیار کرنی پڑیگی یعنی یا تو خدا تعالیٰ کو واحد مانیں اور توحید کے قائل ہوں۔ اور صاف کہیں۔ کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ورنہ اسے محض کثیر مانیں۔ اور صاف اقرار کریں کہ خدا واحد نہیں۔ بلکہ تین ہیں۔ مگر یہ عقیدہ مشرکانہ ہے۔ اور مسیحؑ اس کے خلاف ہے وہ انجیل میں صاف فرماتا ہے:-

”یسوع نے اُسے جواب دیا۔ کہ سب حکموں میں اوّل یہ ہے۔ کہ اے اسرائیل سُن!
خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے“ (مرقس 12/19)

اسی لئے قرآن نے عیسائیوں کو نصیحت کی ہے۔ کہ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔

## الجواب الثانی عشر

ذیل میں ہم ایک ایسا جواب لکھتے ہیں۔ جس سے پادری صاحب کا استدلال جڑ سے کٹ جاتا اور تثلیث کا قلع قمع ہوجاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ پادری صاحب کے نزدیک جہاں وحدت پائی جائیگی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہاں کثرت کا پایا جانا بھی لازمی ہے۔ کیونکہ وحدت اور کثرت میں جو علاقہ اور نسبت ہے۔ وہ اس تلازم کا مقتضی ہے۔ اور وہ علاقہ درج ذیل ہے:۔

"واحد سے زیادہ کا نام کثیر ہے۔ اور کثیر سے کم کا نام واحد ہے" صفحہ ۱۴

پس پادری صاحب کے نزدیک چونکہ واحد کثیر سے کم کو اور کثیر واحد سے زیادہ کو کہتے ہیں اس وجہ سے واحد اور کثیر دونو ایسے ہو گئے۔ کہ جب ایک پایا جائیگا تو لازماً دوسرا بھی پایا جانا چاہیئے۔ ہم اس استدلال کے جواب میں کہتے ہیں۔ کہ اگر واحد اور کثیر کے اس تعلق کی وجہ سے دونو کا ایک جگہ پایا جانا ضروری ہے۔ تو یہ تعلق تو صرف واحد اور کثیر ہی میں نہیں۔ بلکہ کثیر کے بے شمار افراد میں سے ہر فرد میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً تین اور چار میں بھی یہی تعلق ہے۔ کیونکہ تین چار سے کم اور چار تین سے زیادہ کا نام ہے۔ چار پانچ سے کم اور پانچ چار سے زیادہ کا نام ہے اسی طرح پانچ چھ سے کم اور چھ پانچ سے زیادہ کا نام ہے۔

پس جس طرح یہ درست ہے۔ کہ واحد کثیر سے کم ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی درست ہے۔ کہ تین چار سے کم ہوتا ہے۔ اور جس طرح یہ صحیح ہے۔ کہ کثیر واحد سے زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی صحیح ہے۔ کہ چار تین سے زیادہ ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ جو تعلق واحد اور کثیر میں ہے۔ وہی تین اور چار۔ بلکہ کثیر کے ہر فرد کا دوسرے فرد سے ہے۔ اس لئے اگر ذات باری میں وحدت کے ساتھ کثرت اس لئے ماننی چاہیئے۔ کہ واحد اور کثیر میں مذکورہ بالا تعلق ہے۔ تو پھر ذاتِ باری میں تثلیث کے ساتھ تربیع بھی ماننی چاہیئے۔ کیونکہ جس طرح وحدت کو کثرت لازم ہے۔ اسی طرح تین ہونے کو چار ہونا بھی لازم پڑا ہوا ہے۔ پس پادری صاحب کے مذکورہ بالا اصول کی رُو سے نہ صرف خدا علاوہ وحدت کے کثرت کا حامل ہے۔ یہ بھی لازم آئیگا۔ کہ اس کی ذات اقدس میں تین اقنوموں کی کثرت کے علاوہ چار کی اقانیمی کثرت بھی داخل و شامل ہے۔ اور چونکہ جو نسبت تین اور چار میں ہے۔ بعینہٖ وہی چار اور پانچ میں بھی ہے۔ اس لئے بقول پادری صاحب کے خدا تعالیٰ میں علاوہ چار کے پانچ اقانیم ہیں۔ پھر آگے چلئے۔ جو نسبت چار اور پانچ میں ہے۔ وہی پانچ اور چھ میں بھی ہے۔ اس لئے خدا کی اقانیمی کثرت چھ تک جا پہنچے گی۔ اور نہ صرف چھ بلکہ سات آٹھ۔ نو۔ دس۔ بلکہ سو۔ ہزار۔ لاکھ۔ کروڑ۔ بلکہ لاانتہا اعداد تک اس میں کثرت ماننی پڑیگی کیونکہ کثیر کے افراد دو سے شروع ہوتے ہیں۔ مگر انتہا ان کی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ غیر محدود ہوتے ہیں۔

خلاصہ اس بحث کا یہ ہے۔ کہ پادری صاحب نے فرمایا تھا۔ کہ چونکہ وحدت کثرت سے کم اور کثرت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وحدت سے زیادہ کو کہتے ہیں۔ اس لئے یہ دونو آپسمیں لازم و ملزوم ہیں۔ اور جہاں وحدت پائی جائیگی وہاں کثرت بھی ہوگی۔ اس لئے اگر خدا تعالیٰ واحد فی الذّات ہے۔ تو وہ کثیر فی الاقانیم بھی ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے۔ کہ صاحب! جو نسبت وحدت اور کثرت میں ہے۔ وہ تو کثرت کے ہر فرد میں بھی ہے۔ مثلاً تین چار سے کم اور چار تین سے زیادہ ہیں۔ اسی طرح ایک کروڑ ایک ارب سے کم اور ایک ارب ایک کروڑ سے زیادہ ہے۔ اس لئے کثرت کے تمام افراد بھی آپسمیں لازم و ملزوم ہونے چاہئیں۔ اور جہاں ایک عدد پایا جائے۔ وہاں لازماً دوسرا عدد بھی پایا جانا چاہیئے۔ اور چونکہ بقول آپ کے خدا میں تین اقانیم ہیں۔ اور تین کو چار لازم ہیں۔ اس لئے اقانیم بھی چار ہونے چاہئیں۔ حالانکہ عیسائی اس عقیدہ کو کفر سمجھتے ہیں۔ کہ اقانیم بجائے تین کے چار سمجھے جائیں۔ لیکن جو دلیل وحدت کے ساتھ کثرت ماننے کی پادری صاحب نے دی ہے۔ وہ ضرور یہ ثابت کرتی ہے۔ کہ خدا کے اقانیم میں صرف تثلیثی کثرت نہیں۔ بلکہ تربیعی۔ تخمیسی۔ تسدیسی کثرت بلکہ لاانتہا ہونا بھی پایا جاتا ہے۔ پس عیسائیوں کے لئے دو راہیں کھلی ہیں (۱) یا تو پادری عبد الحق صاحب کے اس اصول کو تسلیم کریں۔ کہ چونکہ وحدت کثرت سے کم اور کثرت وحدت سے زیادہ کو کہتے ہیں۔ اس لئے خدا میں وحدت اور کثرت دونو ہیں۔ لیکن اس صورت میں پھر اُن کو یہ بھی ماننا پڑیگا۔ کہ چونکہ تین چار سے کم اور چار تین سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر خدا کے تین اقنوم ہیں تو چار بھی ہونگے۔ اور اس طرح تثلیث کے انحصار کو توڑ کر خود تثلیث کو توڑنے والے ٹھیریں گے۔ ورنہ اگر انہیں یہ منظور نہیں۔ تو صاف کہیں۔ کہ ہمیں پادری صاحب کا یہ اصول منظور نہیں۔ کیونکہ اس سے تثلیث ٹوٹ جاتی ہے۔ مگر وہ یاد رکھیں۔ کہ اس اصول کو چھوڑنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ خدا میں وحدت ہی وحدت ہے؛ اور اس کی ذاتِ اقدس میں کثرت کا کوئی دخل نہیں۔ اور یہ نتیجہ بے شک درست ہوگا۔ کیونکہ مسیحؑ بھی صاف اقرار کرتا ہے۔ کہ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ مرقس ۱۲/۱۹

## الجواب الثالث عشر

پادری صاحب نے یہ اصول قائم کیا ہے۔ کہ چونکہ وحدت کے مفہوم کے لئے کثرت کا مفہوم ضروری ہے۔ اس لئے جس وجود میں وحدت ہوگی۔ لازمی ہے۔ کہ اُس میں کثرت بھی ہو۔ چنانچہ ذات باری تعالیٰ میں اگر وحدت ہے۔ تو کثرت بھی ہے۔ اس کے جواب میں ہم ایک عجیب امر پیش کرتے ہیں۔ ناظرین توجہ فرمائیں اور محفوظ ہوں اور وہ امر یہ ہے۔ کہ بہت اچھا ہم نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ اصول ایک منٹ کے لئے تسلیم کرلیا۔ اب ہم پادری صاحب سے پوچھتے ہیں۔ کہ اقنوم آبؔ یعنی باپ میں وحدت ہے یا کثرت۔ یعنی وہ ایک ہے یا کئی ہیں۔ تو پادری صاحب لازماً یہی کہیں گے۔ کہ باپ صرف ایک ہے۔ اور اُس میں وحدت حقیقی ہے۔ یہ جواب سُنکر ہم بڑے ادب سے عرض کرینگے کہ اب اپنا اصول یاد کیجئے۔ کہ جس میں وحدت ہو اُس میں کثرت بھی ہو گی۔ اس لئے اگر باپ ایک ہے۔ تو اُس میں کثرت بھی ہو گی۔ جس سے باپ ایک نہ رہیگا۔ بلکہ اُس کے اندر بھی اقنوم ماننے پڑیں گے۔ حالانکہ گو عیسائی ذات باری میں اقانیم کی کثرت مانتے ہیں۔ مگر اقنوم باپ کے اندر محض وحدت کے وہ قائل ہیں۔ اور گو واجب الوجود کے بطون تسلیم کرکے اُن میں کثرت کے معتقد ہیں۔ مگر اقنوم باپ کے بطن میں کسی کثرت کے قائل نہیں۔ اس کے بعد ہم اُن سے پوچھیں گے۔ کہ بیٹا ایک ہے یا زیادہ۔ تو وہ بلاتامل فرمائینگے۔ کہ بیٹا صرف ایک ہے۔ اور اقنوم ابن میں محض وحدت ہی وحدت ہے۔ کثرت کا کوئی دخل نہیں۔ تو ہم بصد احترام عرض پرداز ہونگے۔ کہ جب بقول آپ کے وحدت کیلئے کثرت ضروری ہے۔ تو لازمی ہو گا کہ اقنوم ابن کی وحدت میں بھی اقانیمی کثرت ہو۔ اور جس طرح ذات باری کے بطون میں کثرت بھری ہوئی تھی۔ اسی طرح ابن کا بطن بھی کثرت سے خالی نہ ہو۔ بلکہ اُس کی وحدت بھی فی الکثرت اور اُس کی کثرت بھی فی الوحدت ہو۔ مگر کوئی عیسائی ابن کی اقنومیت میں وحدت کے ساتھ کثرت کا مقر نہیں۔ پھر تیسرا سوال ہمارا پادری صاحب سے یہ ہو گا کہ جناب! روح القدس ایک ہے یا زیادہ تو پادری صاحب فوراً ارشاد فرمائینگے۔ کہ وہ تو واحد ہی ہے۔ ہم عرض کرینگے۔ کہ وہ اگر واحد ہے۔ تو بقول آپ کے وحدت کے لئے کثرت ضروری ہے۔ تو کیا روح القدس کا بطن کثرت سے خالی ہے یا پُر۔ اس کا جواب یہی ہو گا۔ اور صرف یہی ہو گا۔ کہ روح القدس کے بطن میں کوئی کثرت نہیں۔ محض وحدت ہے اس پر ہم دست بستہ عرض کرینگے۔ کہ جب وحدت کے لئے کثرت ضروری ہے۔ چنانچہ ذات باری کی وحدت کی وجہ سے ہی اُس کے بطون میں تین اقنوموں کی کثرت تسلیم کی جاتی ہے۔ تو روح القدس بھی صاحبِ وحدت اقنوم ہے۔ اور آپ کے قاعدہ کے مطابق اُس کی ذات کے بطون میں بھی کثرت اقانیمی ہو گی۔ اور اس طرح تثلیث کے ہر اقنوم میں تین تین باطنی اقانیم ہو کر اقانیم کی کم سے کم تعداد ۹ بن جائے گی۔ جس کے یہ معنے ہوئے۔ کہ توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید باطل ہے اور سچا مذہب توحید فی التثلیث والتثلیث فی التتسیع اور تتسیع فی التثلیث والتثلیث فی التوحید ہے۔ یعنی ذات واجب الوجود کی وحدت میں تین اقانیم اَب، ابن، روح القدس کی سہ شاخی کثرت اور ان میں سے ہر ایک اقنوم کی بطون ذات کی نُو شاخی کثرت ہے۔ اور اس طرح کم سے کم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو قائم ہو جائینگے۔ لیکن اگر تم اس بات کے ماننے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ تمھارا مذہب یہ ہے کہ باپ صرف ایک ہے۔ اور اس میں محض وحدت ہے۔ کثرت نہیں اور اسی طرح بیٹا صرف ایک ہے۔ اور اس میں بھی وحدت محض ہے۔ نیز روح القدس صرف ایک ہے۔ اور اس میں بھی خالص وحدت ہے۔ تو پھر یاد رکھو۔ کہ اس عقیدہ سے تمھارا اصول ٹوٹ جائیگا۔ کہ جہاں وحدت ہوگی وہاں کثرت بھی ہوگی۔ کیونکہ تم نے مان لیا ہے۔ کہ بیٹے میں صرف وحدت ہے مگر کثرت نہیں۔ باپ صرف ایک ہے۔ زیادہ نہیں۔ اور روح القدس میں صرف یکتائی ہے۔ دوئی نہیں تو کیا وجہ ہے۔ کہ تم سیدھی طرح ناک کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ اور کیوں نہیں اقرار کرتے۔ کہ خدا واحد ہے۔ اُس میں کثرت نہیں اور کیوں انجیل تورات۔ اور تمام نبیوں کے خلاف ذات باری کی وحدت کو کثرت کے دھبہ سے ملوث کرتے ہو۔ پس اگر بیٹے کی وحدت میں کثرت نہیں۔ باپ کی ابوت میں دوئی نہیں۔ نیز روح القدس کے روح القدس ہونے میں شرکت نہیں۔ تو کیوں باری تعالیٰ کی ذات کے لئے کثرت اُس کے وجود کے لئے دوئی اور اُس کے نفس کے لئے اشتراکت تجویز کرتے ہو۔ خلاصہ یہ کہ عیسائیوں کے لئے دو راستے کھلے ہیں۔ کہ یا تو وہ اپنے اس اصول پر پوری طرح قائم ہو جائیں۔ کہ جہاں وحدت ہوگی۔ لازماً وہاں کثرت بھی ہوگی۔ اور اس طرح ابن کی وحدت کی وجہ سے اُس کی ذات کے بطون میں کثرت تسلیم کریں۔ نیز روح القدس کی وحدت کے سبب اس کی ذات میں بھی کثرت کے قائل ہوں۔ اسی طرح باپ کو بھی بسبب واحد ماننے کے کثرت کا حامل تصور کریں۔ اور صاف اقرار کریں۔ کہ بیٹا بھی ایک نہیں۔ بلکہ زیادہ ہیں۔ باپ بھی ایک نہیں بلکہ کثرت سے ہیں اور روح القدس بھی ایک نہیں بلکہ متعدد ہیں۔ اور اس طرح اپنے ہاتھوں سے تثلیث کے قلعہ کو مسمار کریں۔

لیکن اگر وہ ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں تو اپنے اس اصول کو چھوڑ دیں۔ کہ جو واحد ہوگا۔ وہ کثیر بھی ہوگا۔ اور یہ کہ جہاں وحدت پائی جاویگی۔ وہاں کثرت بھی ہوگی اور پھر مسلمانوں کی طرح واضح، صاف اور سیدھے لفظوں میں اعلان کریں۔ کہ خدا کی ذات میں وحدت ہی وحدت ہے کثرت نہیں۔ اور وہ ذات اقدس محض واحد ہے کثیر نہیں۔ اور اس طرح تثلیث کے عقیدہ کو خیر باد کہکر توحید کے مبارک آغوش میں پناہ لیں۔ اور خدا کی واحدانیت کے دل وجان سے قائل ہوں کہ اسی میں نجات ہے۔ اور یہی سب سے بڑا حکم ہے۔ جیسا کہ خود انجیل فرماتی ہے۔ کہ یسوع نے اُسے جواب دیا۔ کہ سب حکموں میں اوّل حکم یہ ہے۔ کہ اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ مرقس ۱۲/۲۹ (باقی باقی)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# فصل الخطاب فی مسئلۃ الحجاب

(یا)

# اسلامی پردہ

(۱۰)

گذشتہ دو اشاعتوں میں پردہ پر مخالفین کی طرف سے وارد کردہ چوتھے اعتراض کا جواب وضاحت سے بیان ہو چکا ہے۔ کہ پردہ برافگنی کا طریق عمل کبھی بھی غم ربا نہیں ہو سکتا۔ اور اسے ہم کسی طرح بھی راحت افزا نہیں قرار دے سکتے۔ کیونکہ یہ طریق اخلاق و روحانیت کی ناقص حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ اور تقویٰ کی عافیت بخش راہوں سے بہت دور پڑا ہوا ہے۔ اب قبل اس کے جو یہ بیان ختم ہونے کے بعد اعتراض پنجم زیر بحث آئے۔ تکمیل مبحث کے لئے مصلح ربانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات مقدسہ کے ایک اقتباس کا اندراج مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس سے اوّل تو یہ مقصود ہے۔ کہ فلسفہ مسرت کے متعلق کہ اس اعتراض کا نقطہ مرکز یہ ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ کہ وہی درست ترین بھی ہے۔ اعلیٰ ترین الفاظ میں بیان ہو جائے۔ دوئم۔ تہذیب مغرب کی جنت نگاہی اور فرحت سامانی کہ جس سے کوتاہ بین مرعوب ہو جاتے ہیں مبرہن ہو جائے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

" دیکھو انسان کی بھی بیوی ہے۔ اور وہ تعلقات زوجیت رکھتا ہے۔ اور پرندوں اور حیوانات میں بھی یہ تعلقات ہیں۔ لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک نطافت اور ادراک بخشا ہے۔ انسان جن حواس اور قویٰ کے ساتھ آیا ہے۔ ....(جو) ان حواس کے ساتھ سرور حاصل نہیں کر سکتے۔ بلکہ حیوانات کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں پھر ان میں اور حیوانوں میں کیا فرق ہوا۔

سچی راحت دنیا کی لذات سے تب پیدا ہوتی ہے۔ جب تقویٰ ساتھ ہو۔ جو تقویٰ کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور حلال و حرام کی قید اٹھا دیتا ہے۔ وہ تو اپنے مقام سے گر جاتا ہے اور حیوانی درجہ میں آجاتا ہے۔

یورپ میں حیوانوں کی طرح بدکاریاں ہوتی ہیں۔ اور کوئی شرم و حیا ایک دوسرے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے نہیں کیجاتی۔ تو پھر ایک شخص انسانیت کو ضبط کر کے دیکھے۔ تو ایسی بہشت دراحت سے ہزار توبہ کریگا۔

اصل یہی ہے۔ کہ بہشت کی کلید تقویٰ ہے۔ ان کو بہشت میں کہا جاتا ہے۔ انکی خودکشیوں کو دیکھو کہ کس کثرت سے ہوتی ہیں۔ تھوڑی تھوڑی باتوں پر خودکشیاں کر لیتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ ایسے ضعیف القلب اور پست ہمت ہوتے ہیں۔ کہ غم کی برداشت ان میں نہیں ہے۔ اور جس کو غم کی برداشت اور مصیبت کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ اس کے پاس راحت کا سامان بھی نہیں ہے۔ خواہ ہم اس کو سمجھا سکیں یا نہ سمجھا سکیں۔ اور کوئی سمجھ سکے یا نہ سمجھ سکے۔ حقیقت الامر یہی ہے، کہ لذائذ کا مزا صرف تقویٰ ہی سے آتا ہے۔ جو متقی ہوتا ہے۔ اس کے دل میں راحت اور ابدی سرور ہوتا ہے۔

ان ممالک میں اسقدر خودکشیاں ہوتی ہیں۔ کہ جن سے پایا جاتا ہے۔ کہ انکے پاس کوئی راحت نہیں۔ ذرا راحت کا میدان گم ہوا۔ اور جھٹ خودکشی کر لی لیکن جو تقویٰ رکھتا ہے۔ اور اس کا خدا سے تعلق ہے۔ اُسے وہ جاودانی خوشی حاصل ہے، جو ایمان لے آتی ہے.......

یہ بڑی غلطی ہے۔ جو یونہی کسی کے سفید کپڑے دیکھ کر کہدیتے ہیں کہ وہ بہشتی زندگی رکھتا ہے۔ ان سے جا کر پوچھو تو معلوم ہو کہ کتنی بلائیں سُناتے ہیں۔ صرف کپڑے دیکھ کر یا بگھیوں میں سوار ہوتے دیکھ کر۔ شراب پیتے دیکھ کر ایسا خیال کر لینا غلط ہے، ماسوا اس کے ایا حتی زندگی بجائے خود جہنّم ہے۔ کوئی ادب اور تعلق خدا سے نہیں۔ اس سے بڑھ کر جہنّمی زندگی کیا ہو گی۔ کُتّا خواہ مُردار کھالے۔ خواہ بدکاری کرے کیا وہ بہشتی زندگی ہو گی؟ اس طرح پر جو شخص مُردار کھاتا ہے۔ اور بدکاریوں میں مبتلا ہے۔ حرام و حلال کے مال کو نہیں سمجھتا یہ لعنتی زندگی ہے۔ اس کو بہشتی زندگی سے کیا تعلق...... غرض نشاط خدا کا رزق ہے جو غیر کو نہیں ملتا"

**پردہ پر پانچویں اعتراض کا جواب**

مخالفین پردہ کا اس پر پانچواں اعتراض یہ تھا۔ کہ پردہ کم از کم ان غریب اور متوسط گھرانوں کے لئے قابل عمل نہیں۔ جن کو "نت کھودنا اور نت پانی پینا" ہوتا ہے۔ ایسے گھرانوں کی عورتوں کو بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پردہ کا حکم دیگر اسلام وسائل معاش اور ان کی فراہمی کے راستہ میں مشکلات پیدا کرتا ہے۔

یہ اعتراض تمدن میں عورت کے حقیقی فرائض و وظائف اور پردہ کے اسلامی حدود و قیود کے نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اور ہمارے رائج الوقت پردہ کی شدت نے اسے اور زیادہ تقویت پہنچانے کے سامان بہم پہنچائے ہیں۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ اسلام نے ...... جو فرائض تجویز کیئے ہیں ان میں تحصیل معاش عورت کا فرض نہیں قرار دیا۔ بلکہ اس کا بوجھ مرد کے مضبوط کندھوں پر ڈالا ہے جیسے فرمایا الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض و بما انفقوا۔ اس لئے عورت کے واسطے بہت کم اور شاذ مواقع ایسے ہیں۔ جن میں وہ ناقابل برداشت حد پر آکر مجبور ہو جاتی ہے۔ کہ خود تلاش معاش کے لئے گھر سے باہر نکلے اور ایسے وقتوں میں جب باہر کام کرنے کے لئے اسے اپنے گھر کی چار دیواری چھوڑنا پڑے۔ تو سچ یہ ہے کہ اس کو اسلام اس سے ہرگز نہیں روکتا۔ اسلام انسان کو ناقابل برداشت بوجھوں تلے نہیں دباتا۔ اسلام مصیبت نہیں جو برداشت نہ ہو سکے۔ وہ تو فرماتا ہے۔ الدین یسر کہ ہماری مقرر کردہ روش اور راہ عمل ایک سہل اور آسان چیز ہے۔ اسلام ان راستوں کا راہبر ہے۔ جن پر تمام انسان اپنے اپنے کاروبار اور فرائض میں مصروف رہنے کے باوصف نہایت آسانی سے چل سکتے ہیں۔ اس موضوع پر مفصل بحث آگے چلکر آئیگی۔ جہاں انشاءاللہ تعالےٰ اسلامی پردہ کے حدود و قیود زیر بحث ہونگے۔

اس سوال کے جواب کا تیسرا پہلو بھی ہے۔ جس کو مدنظر رکھتے ہوئے بجائے کام کاج میں روک بننے کے میں کہونگا۔ اس خصوص میں پردہ عورت کا ممد و معاون اور اس کے لئے فرائض کے سرانجام دینے میں آسانیاں اور سہولتیں پیدا کرنیوالا ثابت ہوگا۔ وہ اس طرح کہ بالکل ممکن ہے کہ حیادار نسوانیت کے جملہ صفات سے متصف خاتون اپنی طبعی اور فطرتی حیا کے پیش نظر غیر مردوں کے سامنے پردہ کے بغیر پوری آزادی اور سہولت سے اپنے کام اور اپنے فرائض سرانجام نہ دے سکے۔ اور کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس کرے۔ لیکن پردہ اسے ایسی صورت سے دوچار ہونے سے بچالیگا۔ بیشک پردہ ان ہوائی دیدہ لڑکیوں کے کاموں میں شائد کوئی سہولیت بہم نہ پہنچا سکے جنہیں دختران مغرب کی طرح بے حجابانہ غیروں کے ساتھ ہنڈلاتے پھرنے میں کوئی باک نہیں اس طرح مونڈھے اور نحاس دالیاں بھی اس سے کیا فائدہ اٹھائینگی۔ پردہ تو انہیں کے لئے مفید ہوگا۔ جو باحیا ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غرض اسلامی پردہ ہرگز ضرورت کے مواقع پر تحصیل معاش سے نہیں روکتا۔ اور سماج کو ہرگز اقتصادی مشکلات میں مبتلا کرنیکا باعث نہیں بلکہ بے پردگی کی بدولت لوگ اقتصادی خوشحالی سے محروم ہوجاتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ جیسا ذکر ہو چکا ہے۔ عورت نمائش پر مٹنے والی ہستی ہے۔ خاص طور پر جب اسے اپنے حسن و آرائش کے اظہار کا کھلا موقع دیا جائے۔ تو اپنی زیبائش کے لئے کوئی ممکن سعی اُٹھا نہیں رکھتی۔ اور از بسکہ بے پردگی نمائش کے کھلے مواقع فراہم کرتی ہے اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ کسی خاندان کی آمد کا بیشتر حصہ اس کی خواتین کی بناؤ سنگھار کی اشیاء پر اُٹھ جاتا ہے۔ اور وہ تھوڑا روپیہ ہوتا ہے۔ جو ضروریات زندگی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پر صرف ہو سکے۔

اب دنیائے تمدن میں سے کسی ایسے گھرانے کو لے لیجیے جس میں یا تو پردہ رائج ہی نہیں یا جو پردہ چھوڑ چکا ہے۔ اور اس کے ماہانہ اخراجات کو ملاحظہ کیجیئے تو آپ پر یہ حقیقت منکشف ہوگی۔ کہ اس کی آمد کا ۷۵ فیصدی حصہ ہے جس سے زنانہ زیبائش و آرائش کی چیزیں خریدی گئیں۔ یہ محض ایک نظریہ اور انداز خیال میں نہیں۔ نفس الامری حقیقت ہے۔ آج دنیا کا وہ حصہ جو تہذیب کی نئی نویلی دُلہن سے ہمکنار ہو چکا ہے۔ اور خواتین کی بے حجابی جس کا درۃ التاج ہے۔ وہ اپنی عورتوں کی فضول خرچیوں سے تنگ آچکا ہے۔ دُور جانے کی ضرورت نہیں۔ اپنے ہندوستان میں رہنے والی "میموں" اور "شمعہائے محافل" کی طرز رہائش ہی کو دیکھ لو۔ اور پھر بتلاؤ۔ ان کے لونڈروں، ان کے پوڈروں، ان کی گرگابیوں اور متنوع لباسوں کے ماہوار اخراجات کے متعلق آپ کا کیا اندازہ ہے۔

غرض بے پردگی کے دلدادہ اور پردہ کو اقتصادی بدحالی کا موجب قرار دینے والے ذرا اپنے گریبانوں میں اگر ان کا کوئی تار باقی رہ گیا ہو مُنہ ڈالیں اور پھر بتلائیں کہ بے پردگی دنیا کو اقتصادی پیچیدگیوں میں بتلا کر رہی ہے یا پردہ اس کا موجب ہے۔

## پردہ پر چھٹے سوال کا جواب

پردہ پر چھٹا اعتراض بظاہر بہت وزنی بیحد دلکش اور بدرجہ غائیت فریب آور الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اگر اس کی حقیقت پر غور کیا جائے تو اتنا ہی خفیف، بودہ اور بے حقیقت نظر آئیگا۔

معترض کے نزدیک کوئی ایسا فعل جس سے کسی دوسرے فرد پر بے اعتمادی کا اظہار پایا جائے سماج کے لئے مضرت رساں ہے۔ اس وجہ سے وہ پردہ کو بھی مطعون کرتے ہیں مگر اسکی بدولت بھی لوگوں کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ان پر بے اعتمادی کی جاتی ہے۔ تب ہی تو غیر عورتوں کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان کی نگاہوں سے چھپایا جاتا ہے۔ ورنہ اگر ان پر اعتماد ہوتا۔ تو کیوں انہیں ان سے ملنے نہ دیا جاتا اور ملاقاتوں پر پابندیاں عائد کی جاتیں۔ ایسے ہی وہ کہتے ہیں۔ عورتوں کو پردہ میں رکھ کر اس بات کا ثبوت بہم پہنچایا جاتا ہے۔ کہ لوگوں کو اپنی لڑکیوں اور عورتوں پر حتماً کوئی اعتماد نہیں"۔ لیکن سوال تو یہ ہے۔ کہ کیا ایسے اعتراض کرنے والے اپنے مال و دولت کی حفاظت نہیں کرتے۔ کیا اسے مضبوط صندوقوں میں بند کر کے ان پر مضبوط تالے نہیں لگاتے۔ کیا اپنی نقدی اور قیمتی اشیاء کو محفوظ و مصئون کرنے کے لئے بینکوں میں نہیں رکھتے؟ کیا گھروں سے باہر جاتے وقت وہ انہیں مقفل نہیں کرتے؟ لیکن اگر وہ ہر اس تجویز کو عمل میں لانیکی کوشش کرتے ہیں جس سے ان کی اشیاء غیروں کی دست و برد سے بچی رہیں تو پھر کیوں نہ انہیں بھی سماج کا دشمن اس پر اعتماد نہ کرنیوالا اور اس طرح بدیوں کے پیدا کرنے کا مرتکب قرار دیا جائے؟ لیکن کوئی شخص محض اس پہلو سے کہ اس نے اپنی دولت کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ ایسے الزامات کا مورد نہیں بن سکتا۔ اسی طرح اسلام پر بھی محض اس وجہ سے کہ اس نے عورتوں کو پردہ کی حفاظت میں رکھا۔ یہ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ سوسائٹی میں عدم اعتماد کے احساسات پیدا کر کے بعض برائیوں کی تخم ریزی کرنے والا ہے۔

پردہ پر اس اعتراض کا یہ ایک الزامی جواب تھا۔ لیکن اس کا حقیقی جواب یہ ہے۔ کہ پردہ کے حکم سے یہ سمجھنا کہ پردہ کی وجہ سے سوسائٹی کے افراد میں بے اعتمادی کے احساسات پیدا ہوتے ہیں۔ ایک غیر علمی استدلال ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اگر عورتوں کو پردہ کا حکم دیکر ٹھوکر کی بہت سی جگہوں کو صاف نہ کر دیا جائے۔ تو بالکل ممکن ہے۔ کہ بعض لوگ ایسے افراد پر شبہ کرنے لگیں۔ جن کا چال چلن اور کیریکٹر درحقیقت ایسا مگزور نہیں۔ کہ ان پر شبہ کیا جائے عورتوں اور مردوں کے کھلم کھلا اختلاط کے باعث بہت سی عورتوں کی عصمتوں کا پامال ہو جانا ایک کھلا راز ہے۔ اس طرح کسی کی عفت ربائی کے افشا ہونے پر ملنے جلنے والے لوگوں میں سے بعض ایسے پاک آدمیوں پر بے اعتمادی اور بے اعتباری پیدا ہو سکتی ہے۔ جنہوں نے دراصل اس جرم اور شقاوت کا ارتکاب نہیں کیا ہوتا۔ اس طرح نہ صرف گیہوں کے ساتھ گھن کے پس جانیکا خطرہ ہے۔ بلکہ شبہات اور عدم اعتماد کا دائرہ بھی وسعت اختیار کر جاتا ہے۔ اگر عورتوں کی حفاظت کی جائے۔ اور غیر مردوں کے ساتھ اختلاط سے روک کر برائیوں اور بدیوں کے مواقع حتی الوسع روک دیئے جائیں۔ تو اغلب ہے کہ عورتیں بے عفتیوں سے مصئون ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور کسی پر شک وشبہ کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔ غرض پردہ کروانے سے بے اعتمادی کا اظہار نہیں ہوتا۔ بلکہ بے پردگی کی حالت میں اس کے زیادہ مواقع ہیں۔ اس واقعیت کو اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ "جو شخص محض اپنے دوستوں پر بھروسہ جتانے کے لئے اپنے روپیہ کو کھلا چھوڑتا ہے۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ وہ ان پر اپنے اعتماد کا اظہار کر کے کسی خوبی کا پیدا کرنے والا ہے۔ نہیں۔ بلکہ اس کا یقینی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ بالآخر اسے ان دوستوں کی دیانت پر شبہ کرنا پڑیگا"۔

جیسا بیان ہوچکا ہے سوال تو یہ ہے۔ کہ یہ لوگ اپنی مادی دولت کی تو حفاظت کرتے ہیں گھروں کو مقفّل رکھتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ ہر اسوقت جب وہ موجود نہ ہوں۔ تو ان کی اشیاء کسی اور ذریعہ ہی سے محفوظ رہیں۔ تو پھر عورتوں نے ان کا کیا قصور کیا ہے؟ اور اُن سے انہیں کیا دشمنی اور پرخاش ہے؟ کہ انکی عزت کے گرانمایہ جوہر کی حفاظت سے انہیں دشمنی ہے۔ اور اسکے لئے ہر تدبیر انکے لئے سوہان روح بن جاتی ہے۔ اور اسکے خلاف اس طرح چلّا اُٹھتے ہیں۔ جس طرح نامعلوم کونسا ظلم عظیم ان پر توڑا جا رہا ہے۔ اور شور مچانا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ دیکھو ہم پر بے اعتمادی کیجاتی ہے۔ لیکن اگر چوروں اور اُٹھائی گیروں کو یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ مال و دولت کی حفاظت کے خلاف صداء احتجاج بلند کریں۔ اور شور ڈالیں۔ تو بیشک عورتوں کی عفتوں کی اس تدبیر کے خلاف بھی کچھ کہا جاسکتا ہے۔

مَیں پوچھتا ہوں آخر یہ بھی کیا بھروسہ ہُوا۔ کہ لوگوں کے سامنے کُھلے کُھلے بدکاری کے سامان پیش کر دیئے جائیں۔ اور جھوٹا اور غلط اعتبار کرتے ہوئے۔ جذبات سے دبے ہوئے جوانمردوں اور عورتوں کو کُھلا چھوڑ دیا جائے۔ ایسا جھوٹا بھروسہ یقیناً کسی اعلیٰ خوبی کے پیدا کرنے کا موجب نہیں۔ بلکہ سراسر تباہ کن اور ہلاکت آفرین ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں پردہ کا حکم دیگر ان کے باہمی اختلاط کو روکنا احتیاطی تدابیر کی طرف درست رہنمائی اور عین فرزانگی ہے۔ اور بے اعتباری اور عدم اعتماد کے جذبات کا پیدا کرنا نہیں۔ بلکہ بے اعتباری اور شک وشبہ کے بہت سے مواقع کا سدّ باب کرنا ہے۔

**پردہ پر ساتویں اعتراض کا جواب**

پردہ پر ساتواں اعتراض جو کیا جاتا ہے۔ وہ مجھے تسلیم ہے اور مَیں صاف الفاظ میں اعتراف کرتا ہوں۔ کہ ہماری خواتین میں رائج الوقت پردہ پر اپنے ہر دو پہلوؤں کے اعتبار سے عائد ہوتا ہے۔ بیشک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

منہ اور ناک کے سامنے نقاب رکھنے کی وجہ سے عورتوں کے پھیپھڑوں میں ناک سے خارج شدہ زہریلی گیس ہی جائیگی۔ اور اس طرح عورتوں کی صحت پر بُرا اثر پڑیگا۔ اسی طرح یہ بھی درست ہے۔ کہ آنکھوں کے سامنے جالی یا باریک نقاب رکھنے سے ان کی بصارت کے کمزور ہونے کے بھی قوی امکانات ہیں۔ لیکن جہاں میں پردہ پر اس اعتراض کے درست طور پر وارد ہونے کا اعتراف کرتا ہوں۔ تو ہرگز ہرگز یہ منشاء نہیں۔ کہ میرے نزدیک یہ اعتراض اپنی کسی بھی شق کے ساتھ پردہ کے اسلامی حکم پر بھی درست طور پر چسپاں ہوتا ہے۔ میں تو اس اعتراض کو صرف اپنے مروّجہ پردہ کے متعلق ہی درست تسلیم کرتا ہوں۔ ورنہ اسلام کا دامن ایسی نقصان رساں باتوں سے پاک ہے اور اس نے ہرگز کسی ایسے پردہ کا حکم نہیں دیا۔ جو صحت کے لئے مضر ہو۔ اسلامی پردہ تو ایسا ہے کہ عورتیں اگر اسے چوبیس گھنٹے بھی اوڑھے رکھیں۔ تو انہیں کسی بھی قسم کا نقصان نہ پہنچے۔ کجا یہ کہ کبھی کبھی محض ضرورت کے وقت گھر سے باہر نکلنے پر تھوڑی دیر کے لئے اوڑھنے سے مضرت رساں بن سکے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ پردہ پر مضر صحت ہونیکا جو الزام ہے۔ وہ ہے تو بجا اور درست۔ لیکن وہ اصل حقیقی اسلامی پردہ پر عاید نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا صحیح مصداق و مورد ہمارا سیاسی اور رائج الوقت پردہ ہے جس میں عورتوں کا ناک منہ اور آنکھیں تک کپڑوں میں دفنا دی جاتی ہیں ؛

---

# ہمارا خدا

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

کیا بدبخت وہ انسان ہے۔ جس کو اب تک یہ پتہ نہیں۔ کہ اس کا ایک خدا ہے۔ جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا۔ اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے۔ اگرچہ تمام وجود کو کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو۔ کہ وہ تمہیں سیراب کریگا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائیگا۔ میں کیا کروں۔ اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھاؤں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے۔ تا لوگ سُن لیں ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شاعری پر ایک نظر

## مذہب اور شعر

(از مولانا عبد الوہاب صاحب عمر خلف حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ)

نظم آرٹ ہے۔ نہ کہ سائینس اور ہمارے جذبات اور حسیات کا ذریعہ۔ نظم نے ہمیشہ لوگوں کے قلوب اور اذہان پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ اور ایک یا دوسرے رنگ میں ہمیشہ ڈالتا رہیگا۔ اگر ہم نظم کی تاریخ کا مطالعہ کریں۔ تو بعض بیحد دلچسپ حقائق کا پتہ چلتا ہے۔ تہذیب اور ترقی کی منازل میں انسان کو بہت سی مشکلات میں گذرنا پڑا۔ اگر آج تہذیب اپنی انتہائی پستی پر ہے۔ تو کل انتہائی ترقی پر۔ مگر ان سب موقعوں پر شعر ہمیشہ ترقی کرتا رہا۔ عرب کے وحشی باشندوں صحرائے اعظم کے ننگے حبشیوں اور اس کے جنگلوں اور غاروں میں رہنے والے آدمیوں غرض ہر قسم کے لوگوں میں جذبات کے اظہار کے لئے شعر ہی ایک ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بعد ایک ترقی کا زمانہ آیا یعنی وسطی زمانہ اور سائینس کی ترقی کا زمانہ اس میں بھی شعر پہلے کی طرح ترقی کرتا رہا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ شعر نے ہمیشہ جذبات انسانی کو اپیل کیا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ شعر نے فطرتِ انسانی پر کیا کیا۔ تاریخ کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ یہ امر یقینی ہے۔ کہ شعر انسانی فطرت سے کوئی خارجی شئے نہیں۔ اور اس بات کے ثبوت کے لئے خود فطرت انسانی کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ یہ نفسیات کا ایک وسیع مسئلہ ہے۔ کہ انسانی دماغ پر خارجی اثرات پڑتے رہتے ہیں۔ اور جس قدر کوئی خارجی اثر زیادہ ہو گا۔ اُسی قدر قوّت عملی بھی زیادہ ہو گی۔ خدا نے اپنی کامل عقل کے ماتحت ہر شئے میں حُسن پیدا کیا ہے۔ خواہ وہ شئے کیسی بھی حقیر کیوں نہ ہو۔ اور جس قدر کوئی انسان زیادہ حساس ہو گا۔ اُسی قدر حُسن کا اُس پر اثر ہو گا۔ کئی لوگوں نے حُسن کی تعریف کرنے کی کوشش کی ہے مگر وہ پوری طرح اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اس میں شک نہیں کہ تناسب اور تطابق حُسن کے ۲ دو ضروری حصّے ہیں۔ حُسن خواہ کسی قسم کا ہو۔ جسمانی یا روحانی اخلاقی یا معاشرتی ہر ایک میں یہ دونو چیزیں موجود ہو نگی۔

ہر شئے کے ۲ دو پہلو ہوتے ہیں۔ روشن پہلو اور تاریک۔ ابھی تک ہم نے شعر کی ہیئت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اس کے فطرتِ انسانی سے تعلق کا مطالعہ کیا ہے۔ مگر اس کے اور پہلو بھی ہیں۔ حسن کا مطالعہ ضروری ہے۔ شاعر گرد و پیش کسی فطرتِ انسانی پر اثر کرنے والے حالات سے اپنے شعر کا ذخیرہ مہیا کرتے ہیں۔ ایک حیرت انگیز واقعہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ اُسے دیکھنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اس سے تخیل پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس تخیل کو الفاظ کا جامہ پہنانے کی خواہش ہوتی ہے جس سے دماغ سے بے اختیار شعر نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ شاعروں کی اپنی ایک خواب کی دنیا ہوتی ہے۔ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے محبت اور حُسن کے مظاہرے دیکھتے رہتے ہیں۔ مگر چونکہ اس کے ساتھ مبالغہ شروع ہو گیا ہے۔ اس لئے حقائق پسند طبائع نے اس کو پسند نہیں کیا۔ تھوڑے سے مبالغہ کے ساتھ بھی سچائی کا حُسن جاتا رہتا ہے۔ اور اس سے صداقت میں افسانے کا رنگ ملجاتا ہے۔ جب ذہن محسوس کرتا ہے۔ اور زبان اس کا اظہار کرتی ہے۔ تب شعر پر اثر ہوتا ہے۔ اور اُن تمام لوگوں پر جو اسے پڑھتے ہیں اثر کرتا ہے۔ اور اگر کلام منظوم میں ایسے خیالات کا اظہار ہو جس میں تقدس اور روحانیت ہو تو اس سے لوگوں پر ایک نہ مٹنے والا اثر پیدا ہوتا ہے۔ اور جس وقت وہ خدا تعالیٰ کی پاک باتیں سنتے اور اس کی خاص افضال سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ ان کے ذہن پر ایک گہرا اثر پڑتا ہے۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ؑ نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ جس میں روحانیت اور دانشمندی کے سبق سکھائے گئے ہیں۔ آپؑ نے اُردو۔ فارسی اور عربی میں اشعار کہے ہیں۔ اور اپنے عربی اشعار کے متعلق آپؑ نے تمام دُنیا کو چیلنج دیا ہے۔ مگر کسی کو تاب مقاومت نہ ہوئی۔ ہاں بعض بزدلوں نے آپؑ کی تحریروں میں نقص نکالنے کی کوشش کی - مگر مقابلہ میں اشعار لکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ یہ تھا خداداد رعب۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ میں آپؑ کی نظم پر ایک تبصرہ کروں اور اس کی خصوصیات کا ذکر کروں۔ اور دوسروں کی نظم سے اس کا فرق دکھلاؤں مجھے امید ہے کہ اس سے ناظرین کو بے حد فائدہ پہنچیگا اور اس سے پتہ لگیگا۔ کہ آپؑ کا اندازِ بیان کس قدر اعلیٰ آپؑ کی زبان کسقدر سلیس اور تخیل کسقدر بلند ہے۔ آپؑ کی نظم چونکہ دردمند دل سے نکلی ہے اس لئے یہ قلوب پر اثر کیئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ حضرت مرزا صاحب ؑ فرماتے ہیں۔ ؎

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق ؞ اِس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

یہ شعر پوری سادگی سے شاعر کے نقطۂ نظر کو واضح کرتا ہے۔ اور سچائی کا اظہار کرتا ہے۔ وہ محض عام شعرا کی طرح شعر کی لطیف فضا میں پرواز نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ وہ ایک صداقت کا اظہار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرنا چاہتا ہے۔ وہ ہر قسم کے خیالات کے لوگوں کو مخاطب کرنا چاہتا ہے۔ اُن کو بھی جو شعر کا مذاق رکھتے ہیں۔ اور ان کو بھی جو شعر کا مذاق نہیں رکھتے۔ بطور مصلح ساری دنیا اس کی مخاطب ہے نہ کہ کوئی خاص جماعت۔ اس لئے اس کا کلام بھی مختلف رنگ کا ہونا چاہیئے۔ تاکہ وہ ہر قسم کے لوگوں تک پہنچ سکے۔ سب سے پہلی چیز جو آپ کے کلام میں نظر آتی ہے۔ وہ زبان کی خوبصورتی ہے خصوصاً آپ کے عربی اشعار تو بہت بلند پایہ ہیں۔ بہت سے لوگ آپؑ کی اس شہرت پر رشک کرتے ہیں۔ چونکہ آپ کے عربی اشعار بے نظیر ہیں۔ اس لئے ان کے لئے ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے۔ اس مضمون میں مَیں آپ کے اُردو اور فارسی اشعار پر ریویو کرونگا۔

نظم اور نثر دونو میں آپ نے اپنے دعویٰ کو پُرشوکت الفاظ اور براہین کے ساتھ پیش کیا ہے۔ سب سے پہلے آپؑ ضرورت زمانہ کو پیش کرتے ہیں۔ کہ زمانے کی حالت ایک مصلح کے آنے کی مقتضی تھی۔ آپؑ فرماتے ہیں۔ کہ ؎

آسماں بارد نشان الوقت میگوید زمیں ⁂ ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

کہ آسمان نشان ظاہر کر رہا ہے۔ زمین پکار پکار کر کہ رہی ہے۔ کہ مصلح کے آنے کا یہی زمانہ ہے یہ دونو شاہد میری صداقت کے گواہ ہیں........ دنیا میں لامذہبیت اور کفر کی ہوائیں چل رہی ہیں۔ ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید ⁂ دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

یزیدی فوج کی طرح ہر طرف کفر پھیلا ہُوا ہے۔ اور دین حق زین العابدین کی طرح بے بس و بیکس ہے...... کیسی خوبصورت مثال ہے۔ زین العابدین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے اکیلے اور بے یار مددگار رہ گئے تھے۔ آپ کے ۱۶۔۱۱ اور رشتے دار سب لڑتے ہوئے مارے گئے۔ آپ ہر طرف سے یزیدی فوج میں گھرے ہوئے تھے۔ دشمن بھُوکے کُتّوں کی طرح آپ پر حملہ آور تھا۔ حضرت احمد علیہ السّلام کی بعثت کے وقت یہی حال اسلام کا تھا۔ مسلمان بحیثیت قوم دنیا میں غرق تھے اور دشمن کے حملوں کا شکار ہو رہے تھے۔ احمد علیہ السّلام نے صورت حالات کو دیکھا۔ اور درد کے ماتحت ان اشعار کو لکھا۔ پھر یہ ثابت کرنے کے بعد کہ ضرورت زمانہ ایک مصلح کے آنے کی مقتضی تھی۔ آپؑ اپنے اصل مقصد یعنی قرآن کی صداقت اور اسلام کی برتری کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ ؎

بیا مدم کہ رہ صدق را درخشانم ⁂ بدلستاں برم آنرا کہ پارسا باشد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بیامدم کہ درِ علم و رشد بکشایم ٭ بخاکِ تیرہ نمایم کہ در سما باشد

کہ مَیں صداقت کے راستہ کو روشن کرنے۔ اور سعید طبائع کو اپنے معشوق تک لے جانیکے لئے آیا ہوں۔ مَیں ہدایت اور روشنی کا دروازہ اور خدائے ذوالجلال کا جلال جو آسمان پر ہے زمین پر ظاہر کرنے آیا ہوں۔ آپؑ ان اشعار میں اپنا مقصد بیان فرماتے ہیں۔ ابتداہی میں آپؑ اس امر کا اظہار فرماتے ہیں۔ کہ میرا مقصد ساری دنیا کے لئے ہے:۔ ؎

چو غنچہ بود جہانے خموش سر بستہ ٭ من آمدم بقدومیکہ از صبا باشد

دنیا ایک غنچہ کی طرح بند تھی۔ مَیں اس کا کِھلانیوالا بادِ صبا کی تمام خوبیاں لے کر آیا ہوں.... ساری دُنیا آپؑ کی مخاطب ہے۔ اور آپؑ طالبانِ صداقت کو خوش وقتی کی بشارت دیتے ہیں۔ کہ اب جہالت کے آخری دن آگئے۔ اور صداقت اپنے زور آور حملوں کے ساتھ دنیا پر ظاہر ہوگی۔ ؎

وقتِ عیش است و موسمِ شادیٔ ٭ تو دریں سوگ و ماتم افتادیٔ

یہ عیش مسرّت اور نشاط کا وقت ہے۔ تُو کس رنج و غم میں پڑا ہے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں:۔ ؎

تُرا چہ شد کہ بماتم نشستۂ نالاں ٭ کہ موسمست کہ مُرغ درِ نوا باشد

تجھے کیا چیز مغموم کر رہی ہے۔ اور تُو کیوں ماتمی آنسو بہا رہا ہے۔ اب تو وہ موسم ہے کہ ہر پرندے کو خوشی سے گانا چاہیئے۔ آپؑ ان اشعار میں یہ بشارت دیتے ہیں۔ کہ بالآخر حق غالب آئیگا۔ اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں:۔ ؎

چوں بیائید بہار باز آید ٭ موسمِ لالہ زار باز آید
وقتِ دیدارِ یار باز آید ٭ بے دلاں را قرار باز آید
ماہ روئے نگار باز آید ٭ خورِ بنصف النّہار باز آید
باز خندد بناز لالہ و گل ٭ باز خیزد ز بلبلاں غلغلِ
دستِ غیبش بہ پرورد ز کرم ٭ صبحِ صدق کند ظہورِ اَتَمّ
نورِ الہام ہم چو بادِ صبا ٭ نزدش آرد زِ غیب خوشبوہا

جب وہ مصلح ظاہر ہوتا ہے۔ تو موسمِ بہار آجاتا ہے۔ اور پھولوں اور غنچوں کے کُھلنے کا وقت آجاتا ہے۔ معشوق کے دیدار کا وقت ازسرِ نو شروع ہوجاتا ہے۔ اور عاشقوں کے دلوں کو قرار آجاتا ہے۔ غنچہ اور پُھول پھر شگفتہ ہوجاتے ہیں۔ اور بلبلیں گانا شروع کردیتی ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدا کا غیبی ہاتھ اُس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور صداقت کا سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکنے لگتا ہے۔ الہام کی روشنی نسیم صبح کی طرح خدا تعالیٰ کے علم سے خوشبو لیکر دنیا پر ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد حضورؑ اپنے دعویٰ کو پیش کرتے ہیں۔ ۱۔ سہ

وعدۂ کج بطالبان ندہم    کاذبم گر از و نشان ندہم
من خود از بہر ایں نشاں زادم    دیگر از ہر غمے دل آزادم
ایں سعادت چو بود قسمت ما    رفتہ رفتہ رسید نوبت ما
نعرہائے زنم بر آب زلال    ہم چو مادر دواں پئے اطفال
تا نگر تشنہ گان بادیہ ہا    گرد م آیند زیں فغاں و صلا
لیک شرط است عجز و صدق و صفا    آمدن نیاز و خوفِ خدا

مَیں حق کے طالبوں کو جھوٹا وعدہ نہیں دیتا۔ اور اگر مَیں نشان ظاہر نہ کرسکوں۔ تو مَیں جھوٹا ہوں۔ مَیں خود خدا تعالیٰ کے نشان کے ماتحت پیدا ہُوا۔ اور میرا دل اس کے سوا ہر غم سے آزاد ہے۔ جب مَیں اس اعلیٰ مقصد کے لئے مقرر کیا گیا۔ تو مَیں نے خوشی سے اسکو سرانجام دینا شروع کیا۔ مَیں اس مصفی چشمہ پر کھڑا ہُوا بلند آواز سے پُکار رہا ہوں۔ اور مَیں ماں کی طرح ہوں تا کہ پیاسے میرے گرد جمع ہو جائیں۔ مگر خاکساری، اخلاص، صفائی قلب، خوفِ خدا اس کے لئے ضروری شرطیں ہیں۔ اِن اشعار سے پتہ لگتا ہے۔ کہ احمد علیہ السّلام کا دل محبت الٰہی میں گداز تھا۔ اور آپؑ کے دل میں یہ تڑپ تھی کہ مخلوق خدا سیدھے راستے پر آجائے۔ ان اشعار سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ آپؑ کا دل مخلوق خدا کے لئے کس قدر دردمند تھا۔ آپؑ بے صبری بے تابی اور یقین کے ساتھ اس دن کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب سعید طبائع حق کی طرف آجائیں گی۔ آپؑ خدا اور اُس کی قدرتوں کے متعلق کسقدر زوردار الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

در غیبی و قدرتت ہویدا    پنہانی و کار تو نمودار
دُوری و قریب تر ز جانم    نُوری و نہاں تر از شب تار
آں کیست کہ منتہائے تو یافت    واں کو کہ شود محیط اسرار
کردی دو جہاں عیاں ز قدرت    بے مادہ و بے نیاز انصار
دیں طرفہ کہ ہیچ کم نہ گردد    با آں کہ عطائے تُست بسیار

تُو پنہاں ہے۔ مگر تیری قدرت ہویدا ہے۔ تُو چھپا ہُوا ہے۔ مگر تیرے کام ظاہر ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

..... تُو دُور ہے۔ مگر زندگی سے بھی زیادہ قریب ہے۔ تُو روشن ہے۔ مگر رات سے بھی زیادہ چھپا ہُوا ہے...... کسی نے تیرا پورا علم حاصل نہیں کیا اور کسی نے تیرے اسرار کا احاطہ نہیں کیا۔ تُو نے نیستی سے دو نو جہانوں کو پیدا کیا۔ تعجب ہے کہ تیرے انعامات کبھی ختم نہیں ہوتے۔

ان اشعار میں آپ یہ بتاتے ہیں۔ کہ میری محبت کا سرچشمہ خدا ہی ہے۔ ؎

حسن تو غنی کُند ز ہر حُسن    مِہر تو بخود کشد ز ہر یار
حسن نمیکنت اَز نبودے    از حسن نبودے ہیچ آثار
شوخی ز تو یافت روئے خوباں    رنگ از تو گرفت گل بگلزار
سیمیں ذقناں کہ سیب دارند    آمد ز ہماں بلند اشجار
ایں ہر دو از آں دیار آیند    گیسوئے بتاں و مشک تاتار

تیرا حُسن باقی تمام حُسنوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اور تیری محبّت تمام دوستوں کو بُھلا دیتی ہے۔ اگر تیرا حُسن نہ ہوتا۔ تو دنیا بے نمک ہوتی۔ ہر ایک معشوق تجھی سے حُسن حاصل کرتا ہے اور باغ کا ہر ایک پھول تجھ ہی سے رنگ حاصل کرتا ہے۔ پھر حضورؑ بتلاتے ہیں کہ کس طرح ہر ذرّہ میں اُنہیں خدا ہی کا نور نظر آتا ہے۔ ؎

از بہرِ نمائشِ جمالت    بینم ہمہ چیز آئینہ وار
ہر برگ صحیفۂ ہدایت    ہر جوہر و عرض شمع بردار
ہر نفس بتو رہے نماید    ہر جاں بدہد صلائے ایں کار
ہر ذرہ فشاند از تو نورے    ہر قطرہ بہر اندازِ تو انہار
ہر سوز عجائب تو شورے    ہر جا زِ غرائب تو اذکار
از یاد تو نورہا بہ بینم    در حلقہ عاشقاں خونبار

یعنی ہر شئے کو تیرے حُسن کا آئینہ پاتا ہوں۔ جس میں مَیں تیرا حُسن دیکھتا ہوں ہر نظارہ تیری صفات پر روشنی ڈالتا ہے۔ ہر روح تیری طرف اشارہ کرتی ہے۔ ہر وجود تیرا گواہ ہے..... ہر ذرہ تجھ ہی سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ ہر طرف تیرے عجائب کا شور۔ اور ہر طرف تیری خوبیوں کا ذکر ہے۔ تیری یاد عاشقوں کے دلوں میں محبّت کی روشنی پیدا کرتی ہے۔

ایسے ہی حضورؑ خدا کی خوبصورتی۔ اس کے حسن احسان اور ربوبیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھولوں کو جا کے دیکھو اُسی سے وہ آب ہے    چمکے اُسی کا نور ماہ و آفتاب میں
خوبوں کے حُسن میں بھی اُسی کا وہ نور ہے    کیا چیز حُسن ہے، وہی چمکا حجاب میں
اُس کی طرف ہے ہاتھ ہر اک تارِ زلف کا    ہجراں سے اُس کے رہتی ہے وہ پیچ تاب میں
ہر چشم مست دیکھو اُسی کو دکھاتی ہے    ہر دل اُسی کے عشق میں ہے التہاب میں

---

چاند کو کل دیکھ کر مَیں سخت بے کل ہو گیا    کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا
چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے    ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا
ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز    جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا
تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں    تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا
ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا    جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا
شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر    خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

ان اشعار میں حضرت احمد علیہ السلام اپنی محبت الٰہی کا اظہار فرماتے ہیں۔ اور ان سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آپؑ کا دل کس طرح سے محبت الٰہی میں گداز تھا۔ فارسی کلام میں آپؑ فرماتے ہیں:-

از یاد تو ایں دل بغم غرق    دارد گہرے نہاں صدف دار
چشم و سرما فدائے روئیت    جان و دل ما بہ تو گرفتار
عشق تو بانقد جاں خریدیم    تا دم نزند دِگر خریدار
غیر از تو کہ سر زدے ز جیبم    دَر برج دلم نماند دیّار
عمریست کہ ترک خویش و پیوند    کردیم و دمے جز از تو دشوار

تیری یاد میں غم زدہ دل ایسا ہے کہ جیسے صدف میں موتی۔ میری آنکھیں اور میرا سر تیرے چہرہ پر فدا ہوں۔ میری روح اور زندگی تجھ پر قربان۔ مَیں نے اپنی زندگی کے بدلے تیری محبت کو خریدا ہے۔ اور مَیں تمام خریداروں سے بڑھ گیا ہوں۔ میرے دل میں تو ہی تو بستا ہے۔ اور تیرے سوا اس میں اور کسی کے لئے جگہ نہیں۔ مَیں نے اپنی ہستی کو تجھ میں ملنے کے لئے فنا کر دیا ہے۔ اور مجھے تیرے بغیر ایک سانس لینا بھی مشکل ہے۔

پھر وصال باری کا ذریعہ دریافت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

تیرے کوچے میں کن راہوں سے آؤں    وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں
محبت ہے کہ جس سے کھینچا جاؤں    خدائی ہے خودی جس سے جلاؤں

(باقی دارد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

خُدا کے فضل اور رحم کیساتھ

ھو الناصر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# زلزلہ کوئٹہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی سچائی کا نشان ہے

## اے خدا تعالیٰ کا خوف رکھنے والے لوگو! حق کے قبول کرنے میں دیر کبتک؟

(نمبر دوم)

خدا تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تا وہ اسکی صفات کا مظہر ہو تا وہ ان خوبصورتیوں کو دنیا کے سامنے پیش کرے جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں پوشیدہ ہیں لیکن ابلیس نے اسمیں رُک ڈالی اور انکو چھپانا چاہا۔ اسنے نہ چاہا کہ خدا کا حسن ظاہر ہو۔ بلکہ اسنے حکومت اور اپنی بڑائی کو پسند کیا۔ یہ وہ جنگ ہے جو آجتک چلی آ رہی ہے۔ خدا کے بندے اس لئے آتے رہتے ہیں تا اللہ تعالیٰ کی بڑائی دنیا میں قائم کریں اور شیطان کے دوست یہ کوشش کرتے رہتے ہیں کہ لوگوں کو ان سے غافل کریں اور انکی طرف سے توجہ ہٹائیں۔ وہ اپنے دل کی باتوں کو خدا تعالیٰ کے نبیوں کی طرف منسوب کر کے انکے چہرہ کو داغدار دکھانا چاہتے ہیں۔ اور اپنی سیاہی کو انکے منہ پر مل کر انہیں سیاہ فام بنانا چاہتے ہیں لیکن کیا آسمان و زمین کا مالک خدا اپنے خادموں کو یوں چھوڑ سکتا ہے؟ کیا وہ اپنی پیدا کی ہوئی روشنی کو بجھنے کی اجازت دے سکتا ہے؟ یا اپنے نور کو تاریکی کے پردے میں چھپنے پر راضی ہو سکتا ہے؟ نہیں۔ بخدا نہیں! وہ زور آور حملوں سے اپنے مسکین اور بیکس ماموروں کی مدد کرتا ہے اور انکے بلند کرنیکے لئے دنیا کی بلندیوں کو پست کرنے سے بھی نہیں رُکتا۔

آہ! یہ کیسا دردناک نظارہ ہے جو دنیا میں ابتدائے آفرینش سے دکھایا جا رہا ہے۔ آسمان و زمین کا پیدا کرنیوالا تمام کائنات کا مالک۔ ہر چیز پر قادر خدا اپنی ذلیل مخلوق کو جو اسکے ایک اشارہ سے فنا کیجا سکتی ہے اپنی طرف بلاتا ہے۔ وہ اسے عزت دینا چاہتا ہے اپنا قرب بخشنا چاہتا ہے۔ اپنی محبت کا پیالہ پلانا چاہتا ہے۔ اپنے وصال سے متمتع کرنا چاہتا ہے۔ اپنی جنت کے دروازے اسکے لئے کھول دیتا ہے۔ ایک ذلیل کیڑے سے بنے ہوئے انسان کیلئے اپنے فضلوں کی اپنی دعوت کے سامان کرتا ہے۔ اور اپنے پیارے اور مقدس وجودوں کو اسکے بلانے کیلئے بھیجتا ہے لیکن وہ نادان اور غافل مخلوق شیطان اور اسکی ذریت کی آواز کو سُنکر خدا تعالیٰ کی دعوت کو رد کر دیتی ہے۔ وہ نجاست پر رغبت سے منہ مارتی ہے لیکن پاک غذا کو ہزار نفرت کیساتھ پرے پھینک دیتی ہے۔ وہ ناک بھوں چڑھا کر منہ پھیر لیتی ہے اور اُس یار ازلی کی ایک جھلک دیکھنے پر بھی آمادہ نہیں ہوتی۔ اے ظالم انسان! یہ سلسلہ کبتک چلا جائیگا؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کبتک جنت کے دروازے تیری انتظار میں کھلے رہیں گے؟ کبتک تو اپنے دشمن شیطان کی مجلس میں بیٹھا اپنے خون کے پیالے پیئے گا اور اپنی روح کو آپ ماریگا؟ کب تیری آنکھیں کھلیں گی اور تو اپنے محبوب کے ہاتھ سے وہ زندگی بخش جام لیکر پی جائیگا جسے وہ مدتوں سے تیرے لئے اپنے پیارے ہاتھوں میں لئے کھڑا ہے؟

دیکھ! خدا تعالیٰ نے پھر تجھے بلانے کیلئے اپنا مسیح بھیجا ہے جسکی خبر تمام انبیاء دیتے چلے آئے ہیں جسکی نسبت خود اسکے آقا اور سردار۔ تمام انبیاء و اولیاء کے سرتاج حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ کہ کیا ہی مبارک ہے وہ اُمت جسکی ابتداء میں مَیں اور آخر میں مسیح موعود ہوگا۔ مگر اے انسان! تو نے اسکا کسطرح استقبال کیا؟ کیا محبت کے ہاتھ پھیلا کر یا پتھروں کی بوچھاڑ سے؟ کیا مرحبا کہکر یا گالیاں دیکر؟ اے شریف انسان! میں تجھ سے پوچھتا ہوں اور خدا تعالیٰ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں۔ اسی خدا کا جسکے ہاتھ میں تیری جان ہے کہ کیا تو نے اسقدر گندی گالیاں اور وہ بدزبانیاں جو اس خدا تعالیٰ کے مامور کے متعلق جائز سمجھی گئی ہیں کبھی کسی اور شخص کے متعلق بھی سنی ہیں؟ پھر کیا ممکن تھا کہ خدا تعالیٰ جو اپنے پیاروں کی سخت غیرت رکھتا ہے خاموش رہتا اور اس بدزبانی کا نتیجہ نہ دکھاتا؟

اسنے مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ کی بعثت کی ابتداء میں کہدیا تھا۔ **"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔"** یہ وہ پُر شوکت الفاظ ہیں جو آج سے قریباً ساٹھ سال پہلے بانی سلسلہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے کہے اور جو اسی وقت انہوں نے شائع کر دیئے۔

اب اے سوچنے والے دل اور سچائی سے محبت رکھنے والی روح! غور تو کر کہ کیا یہ الہام لفظ بلفظ پورا ہوا یا نہیں؟ کیا یہ سچ نہیں کہ دنیا نے مسیح موعودؑ کے دعویٰ کو رد کیا؟ اور کیا یہ سچ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی تائید میں ہزارہا قہری نشان دکھائے۔ اسی طرح جس طرح اس نے آدم اور نوح اور ابراہیم اور لوط اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی تائید میں نشان دکھائے تھے؟ میں اسوقت دوسرے نشانات کا ذکر نہیں کرتا صرف اس قہری نشان کا ذکر کرتا ہوں۔ جو کوئٹہ کے زلزلہ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے جسمیں ساٹھ ہزار کے قریب آدمی مر گیا ہے۔ اور کوئٹہ کی آبادی کا قریباً ۸۰ فیصدی حصہ تباہ ہو گیا ہے۔ اور عمارتیں تو قریباً سب ہی تباہ ہو گئی ہیں آجتک زلزلہ کے جھٹکے محسوس ہو رہے ہیں اور ۲۰-۲۵ ہزار کے قریب لاشیں ابتک اس علاقہ میں کفن کے بغیر مٹی کے نیچے سڑ رہی ہیں۔ یہ ایسا عبرتناک نظارہ ہے جسے دیکھ کر سنگدل سے سنگدل انسان کا دل بھر آنا چاہیئے مگر افسوس کہ اس زمانہ کے لوگ اس سے بھی نصیحت نہیں اٹھاتے ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah



پورے اکتیس ۳۱ سال ہوئے بانی سلسلہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی "عَفَتِ الدِّیَارُ مَحَلُّهَا وَ مُقَامُهَا۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ" خدا تعالیٰ عنقریب دنیا پر ایک تباہی لائیگا وہ تباہی ایسی ہوگی کہ اس سے ان علاقوں کی عمارتیں بھی گر جائینگی جہاں لوگ عارضی طور پر سیر و تفریح کے لئے جاتے ہیں۔ اور ان علاقوں کی عمارتیں بھی جہاں لوگ مستقل رہائش کے طور پر رہتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس آفت کے وقت ان لوگوں کو جو تیرے گھر میں رہتے ہیں محفوظ رکھیگا۔ (۸ جون ۱۹۰۴ء) اس الہام کا پہلا حصہ یکم مئی کو بھی بطور الہام نازل ہوا تھا اور یہ دونوں الہام اسی وقت بانی سلسلہ احمدیہ نے شائع کر دئے تھے۔ اس کے قریباً ایک سال کے بعد ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کو کانگڑہ کا وہ شدید زلزلہ آیا جس میں ۲۵ ہزار کے قریب آدمی مر گئے۔ اور جو زخمی ہوئے ان کی تو کوئی گنتی ہی نہیں۔ اب اے خدا سے خوف رکھنے والے لوگو! ذرا غور تو کرو کہ یہ نشان کیسا واضح تھا۔ اس الہام میں صاف بتایا گیا تھا کہ (۱) زلزلہ آئیگا کیونکہ زلزلہ ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے علاقہ کے علاقہ کی عمارتیں گر جائیں۔ (۲) وہ ایسی جگہ آئیگا جو لوگوں کے لئے سیر گاہ ہوگی اور لوگ وہاں سیر کے لئے جایا کرتے ہونگے۔ اب دیکھ لو کہ ڈلہوزی۔ دھرم سالہ۔ پالم پور وغیرہ کا علاقہ ایسا ہے کہ اس کی اکثر آبادی باہر سے سیر کرنے کے لئے آنیوالوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ (۳) یہ کہ وہ قادیان کے قریب جگہ ہوگی۔ اور قادیان اس زلزلہ کے حلقہ میں ہوگا لیکن خدا تعالیٰ دیار مسیح موعودؑ کو محفوظ رکھیگا۔ یہ بات بھی پوری ہوئی کیونکہ قادیان زلزلہ کے علاقہ کے بالکل قریب تھا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ امرتسر اور لاہور جو قادیان کی نسبت زلزلہ کے علاقہ سے ۵۰ اور ۷۰ میل دور تھے۔ وہاں تو ہزارہا عمارتوں کو نقصان پہنچا۔ سینکڑوں آدمی فوت ہو گئے۔ لیکن قادیان اور خصوصاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا گھر باوجود بہت قریب ہونے کے بالکل محفوظ رہا ۔

لوگوں نے اس پر ہنسی اڑائی اور کہا کہ یہ اتفاق کی بات ہے۔ کبھی تخمینی بات بھی تو پوری ہو جاتی ہے لیکن خدا تعالیٰ نے کہا کہ اے سنگدلو! صبر کرو۔ اگر تم نے اس نشان سے فائدہ نہیں اٹھایا تو ہم اور نشان دکھائیں گے اور ایسی کثرت سے دکھائیں گے کہ اتفاق کا کوئی سوال ہی نہیں رہیگا۔ اور اس نے پھر خبر دی کہ میں دنیا کے ہر علاقہ میں زلزلہ پر زلزلہ لاؤنگا اور ایسے شدید زلزلے دنیا میں آئینگے۔ کہ ایک قیامت کا نظارہ لوگوں کی آنکھوں کے آگے آجائیگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارہ میں فرماتے ہیں:۔ "اے یورپ! تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کریگا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ویران پاتا ہوں - وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائیگا جس کے کان سننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں - پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے - مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے - نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائیگا اور لوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشمِ خود دیکھ لوگے مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے - جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی - اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ " ( حقیقۃ الوحی مطبوعہ ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۲۵۷ )

اے وہ لوگو جن کے دل میں خدا کا خوف ہے اور جو موت کو بالکل ہی نہیں بھلا چکے - ذرا ان الفاظ پر غور کرو اور دیکھو کہ کس طرح جاپان کے زلزلے اور بہار کے زلزلے اور کوئٹہ کے زلزلے کی ان الفاظ میں خبر دی گئی ہے اور انہی کی نہیں بلکہ بہت سے اور زلزلوں کی جو دنیا کو تباہ کر دینے والے .... اور انسانی امن کو برباد کر دینے والے ہونگے - دلوں کا امن جاتا رہے گا اور قلوب کا اطمینان تباہ ہو جائیگا - کیونکہ لوگوں نے اپنے پیدا کرنے والے کی آواز کو نہیں سُنا اور شیطان کے پیچھے لگ گئے اور خدا کی محبت کو دلوں سے نکال دیا اور دنیا کی محبت کو اپنے سینوں میں جگہ دی - انہوں نے اپنے خیر خواہ کو گالیاں دیں اور اپنے دشمنوں کو اپنا سردار بنا لیا - اے کاش! کہ وہ اپنی آنکھیں کھولتے اور دیکھتے کہ انکے علماء انہیں کدھر لے جا رہے ہیں - کیا وہ انہیں سچ کی تعلیم دیتے ہیں یا جھوٹ کی ؟ وہ انہیں اخلاق سکھاتے ہیں یا بد زبانی ؟ اور توبہ کرتے اور خدا کے مامور کو قبول کرتے اور دلوں میں نیکی اور تقویٰ پیدا کرتے کہ لاف و گزاف سے خدا انہیں ملتا بلکہ عجز و انکسار سے ملتا ہے - تب وہ دیکھتے کہ آسمان کی بادشاہت کے دروازے انکے لئے کھل جاتے اور خدا تعالیٰ آسمان سے انکی مدد کے لئے خود اترتا +

اے عزیزو! جو تفصیلی پیشگوئیاں زلزلوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شائع کی ہیں انمیں سے ایک یہ بھی ہے کہ "عَفَتِ الدِّیَارُ کَذِکْرِیْ" ( ۱۳ ستمبر ۱۹۰۶ء مطبوعہ اخبار بدر جلد ۱ نمبر ۲۲ صٹ ) یعنی ایک علاقہ اس طرح مٹ جائیگا جس طرح اسمیں میری نماز اور قرآن کریم کا چرچا مٹ گیا ہے - اس پیشگوئی سے معلوم ہوتا ہے کہ آنیوالے زلزلوں میں سے کم سے کم ایک زلزلہ اسلامی علاقہ میں آئیگا - جس طرح مسلمانوں میں سے نماز اور قرآن کریم پر عمل مٹ گیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس علاقہ کو مٹا دیگا - اب اے حق سے محبت رکھنے والی روحو! غور تو کرو مسلمانوں میں کتنی تعداد نماز پڑھتی یا قرآن کریم کی طرف توجہ کرتی ہے ؟ یقیناً دس پندرہ فیصدی سے زیادہ نہیں - اب اس بات کو مدنظر رکھ کر کوئٹہ کے علاقہ کی تباہی کے حالات کو پڑھو تو تم کو معلوم ہوگا کہ وہاں کے مرنے والوں اور زخمیوں کی تعداد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی نسبت بالکل محفوظ رہنے والوں کے مقابلہ میں اتنی ہی ہے یعنی وہاں بھی جو لوگ بالکل محفوظ رہے ہیں وہ دس فیصدی ہیں۔ اور جو لوگ مرے یا زخمی ہوئے ہیں انکی تعداد ۸۵ فیصدی کے قریب ہے۔ اب سوچو کہ یہ کیسی واضح پیشگوئی تھی کہ جس میں نہ صرف علاقہ بتا دیا گیا تھا بلکہ مرنے والوں اور زخمی ہونے والوں کی تعداد تک کیطرف اشارہ کر دیا گیا تھا۔ بلکہ جب ہم ایک اور الہام کو ملاتے ہیں جو یہ ہے کہ "پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی" تو ہمیں زلزلہ کا وقت بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ الہام میں زلزلہ کا وقت بہار بتایا گیا ہے۔ اور بہار کا وقت شمالی علاقوں کے لئے یکم جنوری سے ۳۱۔ مئی تک ہوتا ہے۔ یعنی گرم علاقوں میں پہلے شروع ہوتا اور جلد ختم ہو جاتا ہے۔ اور سرد علاقوں میں بعد میں شروع ہوتا اور دیر میں ختم ہوتا ہے۔ اور یہ تعیین بہار کے موسم کی خود بانی سلسلہ احمدیہ نے کر دی تھی۔ اور اپنی کتاب الوصیت یا رسالہ کے صفحہ ۱۵ پر لکھا تھا کہ بہار کا موسم جنوری کی ابتداء سے مئی کے آخر تک ہے۔ چنانچہ اسی کے ماتحت بہار میں جو گرم علاقہ ہے زلزلہ ۱۶؍ جنوری کو آیا۔ اور کوئٹہ میں جو پہاڑی علاقہ ہے اور جہاں بوجہ سردی شگوفہ دیر میں نکلتا ہے عین ۳۱؍ مئی کو بانی سلسلہ احمدیہ کے کہنے مطابق جو بہار کا آخری دن ہے زلزلہ آیا۔

اب اے سوچنے والو سوچو اور غور کرنے والو غور کرو کہ کیا یہ قہری نشان ایسا نہیں کہ تمہارے دلوں میں خدا کا خوف پیدا کرے۔ آخر سوچو تو سہی کہ کیا ایک کاذب کیلئے اللہ تعالےٰ ایسے نشان دکھا سکتا ہے؟ خدا تو کاذب کو شرمندہ کرتا ہے اور اسکے جھوٹ کو ظاہر کرتا ہے۔ مگر یہاں یہ حال ہے کہ اللہ تعالےٰ نشان پر نشان دکھاتا چلا جاتا ہے اور عذاب پر عذاب لاتا چلا جاتا ہے۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ لوگ غور کریں۔ اور خدا تعالیٰ کے مامور کو قبول کر کے اس کے عذاب سے محفوظ ہوں اور اسکے فضلوں کے وارث ہوں؟

میں دیکھتا ہوں کہ احراری لیکچرار اور اخبار لوگوں کو یہ کہکر دھوکہ دے رہے ہیں کہ زلزلوں کی خبر تو قرآن کریم میں موجود ہے۔ پھر یہ مرزا صاحب کی پیشگوئی کیونکر ہوئی؟ مگر یہ نادان نہیں سمجھتے کہ قرآن کریم میں تو یہ پیشگوئی تیرہ سو سال سے موجود تھی۔ پھر تیرہ سو سال میں کیوں نہ کسی نے اس پیشگوئی کو اپنی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کیا؟ بانی سلسلہ احمدیہ کا زلزلوں کی خبر دینا اور دعویٰ کرنا کہ قرآن کریم کی پیشگوئی میرے ہی زمانہ کے متعلق تھی۔ یہ تو اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ ہی قرآنی موعود ہیں۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ ادھر بانی سلسلہ علیہ السلام زلزلوں کی خبر دیتے ہیں اور ادھر قرآن کریم کی پیشگوئی پوری ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ کیا یہ کھلا ثبوت نہیں اس امر کا کہ قرآن کریم کا نازل کرنے والا خدا ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجنے والا ہے؟ چنانچہ جب قرآنی پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آگیا تو اسنے اپنے مامور کو بتا دیا کہ اب اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا زمانہ شروع ہونیوالا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوسرے اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم سے صرف نقل کر کے اس پیشگوئی کو شائع کر دیا تھا اور آپکو الہاماً اس کے وقت سے خبر نہیں دی گئی تھی تو سوال یہ ہے کہ آپ تو بقول احرار (نعوذ باللہ من ذالک) ناپاک اور گنہ گار تھے۔ پھر کیا سبب ہے کہ اس قرآنی ارشاد کے مخالف کہ سوائے پاک لوگوں کے قرآن کریم کے معارف تک کوئی نہیں پہنچ سکتا آپکو تو قرآن کریم سے زلزلہ کے صحیح وقت اور مقام اور علاقوں تک کا علم ہو گیا۔ مگر یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی پر بیٹھنے کا دعوٰے کرنے والے علماء اس سے ناواقف رہے اور انکو قرآن کریم میں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تو دعوٰی ہے کہ مجھے جو کچھ ملا ہے قرآن کریم سے ملا ہے۔ پھر قرآن کریم میں ان پیشگوئیوں کے موجود ہونے سے آپ پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپ کا دعوٰی تو یہ ہے کہ ان پیشگوئیوں کی تفصیلات خدا تعالےٰ نے تازہ الہام سے مجھے بتائی ہیں۔ اگر یہ دعوٰی غلط ہے تو یہ رسول کی گدی کے دعویدار بتائیں کہ انہیں سو کسی نے ایک سال سے بھی کم عرصہ پہلے کانگڑہ کے زلزلہ کی خبر دی تھی؟ اور کس نے بہار کے زلزلہ اور اس کے وقت اس کی لہروں کی سمت تک کی خبر دی تھی؟ اور کس نے کوئٹہ کے زلزلہ کے مقام اور اس کے وقت اور اس کی تباہی کی نوعیت کی خبر دی تھی؟ اگر مسیح موعود علیہ السلام کے سوا کسی نے نہیں تو وقوعہ کے بعد اس قسم کی بہانہ سازیاں کرنا کیا تقوٰی کے خلاف نہیں؟ اور لوگوں کو حق سے محروم رکھنے کی کوشش نہیں؟

پھر کیا یہ لوگ یہ نہیں سوچتے کہ قرآن کریم میں جہاں زلزلہ کی خبر ہے اس کے ساتھ ہی یہ خبر ہے کہ جس وقت اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آئے گا اللہ تعالےٰ اس زلزلہ کی پھر ایک تازہ وحی کے ذریعہ سے دنیا کو خبر دے گا۔ چنانچہ سورۃ زلزال میں اللہ تعالےٰ زلزلہ کی خبر دے کر فرماتا ہے:- بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا۔ یہ سب اس لئے ہو گا کہ اے رسول تیرا رب زمین کے بارہ میں پھر ایک وحی نازل کریگا۔ اسی طرح قرآن کریم میں صاف طور پر آتا ہے کہ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ (سورۃ بنی اسرائیل ع۲) ہم کبھی دنیا پر عذاب نازل نہیں کرتے جبتک پہلے رسول نہ بھیج لیں۔ پس اگر یہ عذاب قرآنی ہے تو اسی قرآن کریم نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس قسم کے عالمگیر عذاب بغیر مامور کی بعثت کے نہیں آیا کرتے۔ پھر کیوں لوگ آنکھیں کھولکر اس مامور کی تلاش نہیں کرتے اور اس پر ہنسی اُڑانے کی جگہ اسکی اطاعت اختیار نہیں کرتے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ زلزلہ تو بانی سلسلہ احمدیہ کی وفات کے بعد آیا ہے پھر یہ انکی صداقت کا نشان کیونکر ہوا؟ اے کاش! یہ لوگ اس طرح اندھے ہو کر نہ چلتے۔ کیا یہ نہیں سوچتے کہ ایک طرف تو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں تیرہ سو سال پہلے ان زلزلوں کی خبر دی گئی تھی۔ اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ مرزا صاحبؑ کی وفات کے ۲۷ سال بعد زلزلہ کیوں آیا؟ کیا ایک ہی منہ سے ان دو باتوں کا نکلنا نہیں بتاتا کہ یہ علماء کہلانے والے لوگ کسقدر حق سے دور ہو گئے ہیں۔ کیا کوئی منصف دنیا میں نہیں رہا جو ان سے پوچھے کہ موجودہ زلزلوں کی خبر اگر قرآن کریم میں آئی ہے اور وہ تیرہ سو سال بعد پوری ہو کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا ثبوت بنی ہے تو کیوں آپؐ کے ایک خادم کی خبر ستائیس۲۷ سال وفات کے بعد پوری ہو کر اسکی صداقت کا ثبوت نہیں بن سکتی؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود لکھا تھا کہ یہ زلزلے میری زندگی میں آئیں گے لیکن ان لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک الہام یہ بھی ہوا تھا کہ رَبِّ اَخِّرْ وَقْتَ ھٰذَا (بدر جلد ۲ نمبر ۱۲) یعنی اے خدا اس زلزلہ کے وقت کو پیچھے ڈالدے۔ اور پھر الہام ہوا اَخَّرَہُ اللّٰہُ اِلٰی وَقْتٍ مُّسَمًّی (بدر جلد ۲ نمبر ۱۴) اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کو ایک خاص وقت تک پیچھے ڈال دیا۔ اسی طرح آپکو الہام ہوا تھا۔ رَبِّ لَا تُرِنِیْ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ۔ رَبِّ لَا تُرِنِیْ مَوْتَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ (بدر جلد ۲ نمبر ۱۱) اے خدا وہ سخت زلزلہ مجھے نہ دکھائیو۔ اے خدا مجھے اپنے آدمیوں میں سے کسی کی موت نہ دکھائیو۔

ان الہامات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ زلزلے جنمیں بعض احمدیوں کا نقصان بھی قلیل حد تک مقدر تھا انہیں خدا تعالیٰ نے ملتوی کر دیا تھا۔ اور آپکی وفات کے بعد ان کا ظہور مقدر کر دیا تھا۔ پس ان الہامات کی موجودگی میں یہ اعتراض بالکل بے حقیقت ہو جاتا ہے ٭

بعض لوگ کہتے ہیں کہ زلزلے آیا ہی کرتے ہیں۔ میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ اگر زلزلے آیا ہی کرتے ہیں اور انکی نسبت پیشگوئی کرنا پیشگوئی نہیں کہلا سکتا تو پھر خدا تعالیٰ نے سورۂ زلزال ساری کی ساری زلزلہ کی خبر کے لئے کیوں اتاری؟ اگر کہو کہ اس سے مراد قیامت ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ تمہارا وہ دعویٰ کہاں گیا کہ موجودہ زلزلوں کی خبر قرآن کریم میں موجود ہے؟ غرض اگر موجودہ زلزلوں کی خبر قرآن کریم میں موجود ہے تو معلوم ہوا کہ یہ زلزلے ایسے اہم ہیں کہ انکی خبر دینا پیشگوئی کہلا سکتا ہے۔ اور اگر موجود نہیں تو ان علماء کا یہ کہنا جھوٹ ہوا کہ ان زلزلوں کی خبر مرزا صاحبؑ نے قرآن کریم سے نقل کر کے لوگوں کو سنا دی تھی۔ انہیں کوئی الہام نہیں ہوا ٭

اے حق پسند انسانو! اوپر کی تحریر سے آپ لوگ سمجھ چکے ہونگے کہ موجودہ زمانہ کے علماء صداقت کو

قائم کرسکیں نہیں بلکہ اسے چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ایک مامور بھیجا ہے کہ تا وہ لوگوں کو پھر اپنی طرف بلائے۔ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ اور اسکے محبوب رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کہتا ہے۔ وہ قرآن کی تعلیم کو قائم کرنے اور اسلام کے نام کو روشن کرنے کیلئے آیا ہے پھر تم کیوں اسکی دشمنی کر کے اسلام اور قرآن سے دشمنی کرتے ہو۔ کیا تمہارا دل نہیں چاہتا کہ تمہارے دلوں کی اصلاح ہو اور تم خدا تعالیٰ کے پیارے کہلاؤ؟ کیا یہ مولوی تم کو زیادہ پیارے ہیں یا خدا تعالیٰ جس نے تم کو پیدا کیا؟ یاد رکھو تم پر حجت تمام ہو چکی ہے۔ نشان پر نشان خدا تعالیٰ نے دکھائے ہیں تا تم ہدایت پاؤ۔ مگر افسوس تمہارے علماء نے تم کو ٹھنڈے دل سے صداقت پر غور نہیں کرنے دیا۔ انہوں نے تمہارے منہ خدا تعالیٰ سے پھیر کر شیطان کیطرف کر دئے ہیں۔ اے کاش! کوئٹہ کا زلزلہ تمہاری آنکھیں کھول دے اور تم اپنے آپکو اور اپنی اولاد کو محفوظ کر لو۔ ورنہ میں پھر وہی الفاظ دُہراتا ہوں جو بانی سلسلہ احمدیہ نے ۲۸ سال پہلے لکھے تھے:-

"میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا۔ اور اسکی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائیگا ...... میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائیگا اور لوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ۔"

اے عزیزو! ابھی وقت ہے کہ تم ایمان لاؤ اور شیطان کے پنجہ سے اپنے آپکو آزاد کر لو۔ دیکھو کوئٹہ میں زلزلہ آیا اور دوسرے لوگ ۱۰۰ میں سے قریباً ۸۵ زخمی ہوئے یا فوت ہوئے لیکن احمدی ۱۰۰ میں سے ۸۵ کے قریب بچے۔ اگر تم ایمان لاؤگے تو خدا تعالیٰ تم پر بھی رحم کریگا اور تم اسلام کی شوکت کا موجب بنوگے۔

اے خدا! تو لوگوں کے دلوں کو کھولدے خواہ وہ ہندو ہوں۔ سکھ ہوں یا عیسائی یا مسلمان۔ کہ وہ حق کو قبول کریں اور تیرے سچے دین یعنی اسلام کو ظاہر اور باطن میں قبول کر کے تیری برکتوں کو حاصل کریں اور تیرے منور چہرہ کو دیکھیں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر! وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

خاکسار مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ ۱۹۳۵ء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah



# ڈابرڈ ڈاکٹر ایس - کے - برمن) لمیٹڈ

صیغہ نمبر ۱۱۷ پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

پچاس برس سے مشہور ولاثانی دیسی پیٹنٹ دواؤں کا ہندوستانی وسیع کارخانہ

STAR (REGD)

ستارہ ٹریڈ مارک

Regd ہیلک

(کٹے جلے وچوٹ وغیرہ پر لگانیکا مشہور مرہم)

اچانک چوٹ - زخم - جلن - درد - خون بہنے یا آگ سے جلنے کے آبلے اور زہریلے کیڑوں کے کاٹے جانیکی جگہ پر ہیلک مرہم لگانے سے فوراً آرام ہوتا ہے - یہ صرف جڑی بوٹیوں سے ہی تیار ہوا ہے -

قیمت فی ڈبی دس آنہ ۱۰/

ڈاک محصول سات آنہ ۷/

نمونہ دو آنہ ۲/

جو صرف ایجنٹوں سے ہی مل سکتا ہے -

Regd سرنائینا

(سر اور ریاحی درد کی ٹکلی)

آدھے یا سارے سر میں چاہے کسی وجہ سے درد ہو اس دوا سے تکلیف جاتی رہے گی - صرف یہی نہیں بلکہ درد سے سر پھٹا جاتا ہو تو بھی اس دوا سے فوراً آرام ہوگا -

قیمت فی شیشی

نو آنہ ۹/

ڈاک محصول آٹھ شیشیوں تک سات آنہ ۷/

قیمت نمونہ ڈیڑھ آنہ ۱/۰ جو صرف ایجنٹوں سے ہی مل سکتا ہے -

نوٹ: ہر جگہ ہمارے ایجنٹوں کے ہاں اور دواخانوں میں ملتی ہیں - دوا خریدتے وقت اسٹار ٹریڈ مارک اور ڈابر نام ضرور دیکھ لیا کریں

پنجاب کے میں سول ایجنٹ کی ضرورت ہے -



(معلی محمد عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام سٹیم پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا)